

مرکز اصلاح انسان سرگودھا کا ترجمان

مدیر

# محمد الیاس گھمن

بانہ میں اہم سرگودھا  
بنائیں اہم سرگودھا

شمارہ ۲

فروری 2015

جلد شمارہ ۶

نیکی  
کافی فریدا

خواجہ فرید الدین سخن شکر حشمت

بیتیم...!

خوشحال گھر یلو زندگی

دینی مدارس کامعاشرتی کنوار

مرکز اهل السنّة والجماعۃ

[www.ahnafmedia.com](http://www.ahnafmedia.com)

ناشر

مکزاصلح النساء پر گودھا کا ترجمان

# بیاناتِ اہل سنت

شمارہ نمبر 2

فوری 2015

جلد نمبر 6

معاون مدیر

مولانا  
محمد اسماعیل الحنفی

مدیر

مولانا گھمن  
محمد البیاض

خط و کتابت کا پتہ

دفتر رسائل و جرائد  
مکزاہل السنّت والجماعت  
87 جنوبی سرگودھا

[mag@ahnafmedia.com](mailto:mag@ahnafmedia.com)

آن لائن پڑھنے اور ڈاؤن لوڈ کرنے کے لیے

[www.ahnafmedia.com](http://www.ahnafmedia.com)

قیمت فی شمارہ 20 روپے علاوہ ڈاک خرچ

سالانہ زرخواں 300 روپے

بیرون ممالک

امریکہ، اسٹریلیا، جنوبی افریقہ اور یورپی ممالک  
35 ڈالر..... سالانہ

سعودیہ، انگلستان، متحده عرب امارات اور عرب ممالک  
25 ڈالر..... سالانہ

ایران، بنگلہ دیش 20 ڈالر..... سالانہ

سرکولیشن منیجر  
0332-6311808

صبح 8 تا 4 بجے شام

WhatsApp  
+923062251253

ناشر مکزاہل السنّت والجماعت سرگودھا

## فہرست

5.	دینی مدارس کا معاشرتی کردار ..... اداریہ
9	خوشحال گھریلو زندگی ..... محمد شاہد عرفان سعدی
12	مریم ..... مولانا محمد کلیم اللہ حنفی
18	نیکی کا نقد بدله! ..... محمد معاویہ اسماعیل
23	نافرمانی ..... بنت مسعود
31	اسلام ..... امن کا علمبردار ..... مولانا محمد اشfaq ندیم
34	خواجہ فرید الدین گنج شکر رحمہ اللہ ..... مولانا محمد طارق نعماں
42	تیتم ..... مولانا امان اللہ
54	میاں اور بیوی (شکوہ جواب شکوہ) ..... رانا محمد عمر
57	حافظت ..... مولانا محمد طارق خلیل

## درس قرآن

اللّٰہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُم مِّنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَ مِنْهَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً وَاتَّقُوا اللّٰہَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ إِنَّ اللّٰہَ كَانَ عَلٰیکُمْ رَّقِيباً۔

ترجمہ: لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرتے رہو، جس نے تمہیں پیدا کیا ایک ہی نفس سے اور پیدا کیا ہے اس نے اسی نفس سے اس کی بیوی اور پھیلادیا ہے ان دونوں سے کشیر مردوں اور عورتوں کو اور اس اللہ سے ڈرتے رہو کہ تم سوال کرتے ہو اس کے واسطے سے اور قرابتوں سے خبردار رہو بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے اوپر نگہبان ہے۔

تفسیر: نزول آیت کے وقت جو لوگ موجود تھے ان کو براہ راست خطاب ہے اور قیامت تک آنے والے انسانوں کو ان کے ضمن میں خطاب ہے اتَّقُوا رَبَّكُمُ، یعنی اس کے عذاب سے ڈرو جس کی ظاہری صورت یہ ہے کہ اس کے احکامات کے مطابق زندگی گزارو۔ الَّذِي خَلَقَكُمْ آغاز تخلیق کا ذکر ہے من نَفْسٍ وَاحِدَةٍ ایک شخص سے یعنی حضرت آدم علیہ السلام سے وخلق منہا زوجها اور اس سے پیدا کیا اس کے جوڑے کو یعنی حضرت حوا کو حضرت آدم علیہ السلام کی بائیں پسلی سے پیدا کیا، وبث منہما رجالاً کثیراً و نساءً اور حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا سے پھیلایا بہت مردوں اور عورتوں کو۔ بعض مفسرین کے نزدیک اس کا معنی یہ ہو گا اللہ سے ڈرو جس کے واسطے تم سوال کرتے ہو اور قرابتوں کے واسطے سے بھی سوال کرتے ہو اور عرب کی یہ حالت تھی جب اپنے کسی رشتہ دار کے پاس کوئی ضرورت لے کر جاتے تو اس سے یوں کہتے کہ میں تجھ سے اللہ اور قرابت کا واسطہ دے کر یہ سوال کرتا ہوں۔

## درسِ حدیث

عن معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول قال اللہ تعالیٰ وجبت محبتی للمتحابین فیئ والمستورین فیئ والمتباذلین فیئ۔

موطأ امام مالک

ترجمہ:

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ میری محبت واجب ہے ان لوگوں کے لیے جو باہم میری وجہ سے محبت کریں اور میرے تعلق سے کہیں جڑ کر بیٹھیں میری وجہ سے ایک دوسرے پر خرچ کریں۔

شرح:

اللہ کے جن بندوں نے اپنی محبت و چاہت اور اپنے ظاہری و باطنی تعلق کو اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے تحت کر دیا ہے اور ان کا حال یہ ہے کہ وہ جس سے محبت کرتے ہیں اللہ کے لیے کرتے ہیں جس کے پاس بیٹھتے ہیں اللہ کے لیے بیٹھتے ہیں جس سے ملتے ہیں اللہ کے لیے ملتے ہیں جو کچھ ایک دوسرے پر خرچ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لیے کرتے ہیں بے شک اللہ کے یہ بندے اس کے مستحق ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی خاص رضا اور محبت ان کو نصیب ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ کے اس بشارتی منشور کا اعلان فرمایا ہے کہ میرے ان بندوں کے لیے میری محبت واجب اور مقرر ہو چکی ہے میں ان سے محبت کرتا ہوں ان سے راضی ہوں اور وہ میرے محبوب اور پسندیدہ بندے ہیں۔

## دینی مدارس کا معاشرتی کردار

کھٹک.....اداریہ

ہمارا پورا ملک اس وقت دہشت گردی کی لپیٹ میں ہے۔ مذہبی طبقات، سیاسی طبقات، سماجی طبقات، کاروباری طبقات، علمی طبقات الغرض ہر طبقے کے افراد اس کا شکار ہیں۔ آئے دن اس کی سرگرمیاں اور وارداتیں عام ہو رہی ہیں بلکہ عروج پر ہیں۔

ہم سب کے لیے غور کرنے کا مقام ہے کہ یہ سب کچھ کون کر رہا ہے؟ ہمارے تعلیمی اداروں پر حملہ ہوتا ہے، سیاسی و مذہبی اجتماعات میں دھماکے ہوتے ہیں، قائدین پر خود کش بمبارٹوٹے ہیں، کارکن زخموں سے گھائل ہوتے ہیں، کاروباری مرکز دن دیہاڑے لوٹے جاتے ہیں، سرکاری و نیم سرکاری ادارے ڈیکٹی کا شکار ہو جاتے ہیں، خواص و عوام بے گناہ شہری ظلم کی بھینٹ چڑھائے جاتے ہیں۔ ننھی کو نپیں و حشت و سربیریت کی بے رحم ہتھیلوں میں مسلی جاتی ہیں۔ بچوں کو بے در لغ ذبح کر دیا جاتا ہے، ماڈل بہنوں کی عزتیں تاراج ہوتی ہیں۔

ظلم کی کوکھ سے ٹارگٹ کلنگ، بھتہ خوری، رشوٹ، حرماں خوری و حرماں کاری جیسے مہلک جرائم جنم لے رہے ہیں، امن و انصاف کا فقدان؛ ہماری زندگیوں کو دیمک کی طرح چاٹ رہا ہے۔ جرائم پیشہ لوگوں کو گرم جوشی سے تحفظات فراہم کیے جا رہے ہیں اور مظلوموں سے چشم پوشی کی جا رہی ہے۔ بالفاظ دیگریوں سمجھیے کہ ظلم کی چکی میں ہم سب بلا تفریق مسلسل پس رہے ہیں۔

لیکن دکھ کی بات یہ ہے کہ ہم اپنے دشمن کی شاخت میں ابھی تک ناکام ہیں اور چند غلط فہمیاں ہمارے درمیان مزید دوریاں پیدا کر رہی ہیں۔ بعض حلقوں کی

طرف سے دانستہ اور نادانستہ طور پر اس کے تانے بانے مدارس دینیہ سے ملائے جا رہے ہیں۔ جو سراسر غلط ہے۔ مدرسے کے ماحول میں پروش پانے والا طالب علم ہرگز دہشت گرد نہیں ہو سکتا۔

اس لیے کہ مدرسے کی چار دیواری میں خدائے رحمان و رحیم کا نازل کرده دستور حیات قرآن حکیم پڑھا، پڑھایا، سیکھا، سکھایا اور سمجھایا جاتا ہے۔ جس کی تعلیم کا خلاصہ امن عالم اور دنیوی و آخری فلاح ہے۔

جو جرائم کو مٹاتا ہے اور کرامہ کی حوصلہ شکنی بلکہ پیخ کرنی کرتا ہے، جس کا اعلان ازل سے یہی ہے من قتل نفساً فکاماً قتل الناس جمیعاً۔ جس نے کسی ایک کی (بے گناہ) جان لی گویا اس نے پوری انسانیت کا قتل کیا۔

مدرسے میں نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ راہنماء اصول و قوانین پڑھائے جاتے ہیں جو علم سماوی اور وحی الہی میں ڈھلنے ہوئے ہیں۔ جس میں اپنے، پرانے، بچے، جوان، بوڑھے، مرد، عورت، گھروالے، پڑوس والے، مسلمان، کافر، ذمی۔ الغرض ہر شخص کے مکمل حقوق کی ادائیگی اور اس کی انفرادی و اجتماعی زندگی کا تحفظ موجود ہے۔ انسان تو انسان رہے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے قوانین کے مطابق تو پرندے اور جانور بھی اپنی زندگی سکھے سے بسر کر سکتے ہیں۔

مدرسے کا پاکیزہ ماحول ہمارے اخلاقی اقدار اور روایات کا علمبردار ہے، ہماری اچھی معاشرت کا ضامن ہے، اس کی تعلیمات میں والدین کا مقام اور ان کی قدر و منزلت، خوشحال ازدواجی زندگی، اولاد سے حسن سلوک، ان کی تعلیم و تربیت، بڑوں کا احترام، چھوٹوں سے شفقت، یتیموں مسکینوں سے ہمدردی، نادار اور مفلس عوام کی کفالت، دکھنی اور پریشان انسانیت کی دلジョئی، مصائب اور آفت زدہ لوگوں سے جذبہ خیر خواہی، آپس میں پیار و محبت، انس و مودت، الفت و اخوت، ایثار و قربانی اور

جانشیری کا درس ہے۔

درسہ ہمیں خدا کے قریب کرتا ہے، نبوت پر ایمان، اطاعت اور محبت، قرآن سے عقیدت اور اپنے اسلاف کی نقش قدم پر چلنے کا راہ دھلاتا ہے۔ صحیح عقائد مہیا کرتا ہے اور باطل نظریات اور ضعیف الاعقادی سے باز رکھتا ہے۔ نیک صالح معاشرے کے خدوخال سے برا یوں کی گردہ ہٹاتا ہے۔

صرف جرامم کو ختم کرنے کی بات نہیں کرتا بلکہ اسباب جرامم کو بھی جڑ سے اکھڑنے کی بات کرتا ہے۔ غیبت، چغلی، گالم گلوچ، تہمت و اتهام، بہتان بازی اور دشمنان طرازی، جاسوسی اور بد نظری کو بھی برداشت نہیں کرتا۔

آسمانی حقائق پر ایمان لاتے ہوئے اگر زمینی حقائق کو نظر اندازنا کیا جائے تو اس بات کا قطعاً انکار نہیں کیا جاسکتا کہ درسہ ہمیں ایسے جلیل القدر شخصیات فراہم کرتا ہے جس کے ہاتھوں پر لاکھوں بندگان خدا اسلام کے دامن سے وابستہ ہوتے ہیں۔ عالم رنگ و بویں دین اسلام کی تجدید اور احیاء درسہ کا درویش خدامست کرتا ہے۔ مسلمانوں کے ملی اور اجتماعی تشخیص اور آزادی میں مدارس کا لکلیدی کردار ہے۔

اسلام کی نظریاتی سرحدات پر درسے کے دستر خوان علم کے خوشہ چین، ہی مورچہ زن ہیں۔ اسلام اور ارکان اسلام کے متعدد شعبہ جات کی تعلیم دینے والے درسے سے میسر ہوتے ہیں، اہل اسلام کو مذہبی اور سیاسی و سماجی قیادت بھی درسے عطا کرتا ہے۔ آپ غور کریں تو آپ کے محلے کی مسجد کا خادم، موزن، امام، خطیب، معلم اور مدرس کہاں سے آتے ہیں؟ قرآن کریم کی تفسیر، حدیث و فقہ کی تشرح کرنے والے کہاں سے آتے ہیں؟ آپ کے نکاح پڑھانے والے، آپ کے مسائل کا شرعی حل بتانے والے مفتیان کرام، آپ کے کار و باری زندگی میں شرعی بورڈ کے ذمہ داران، آپ اور آپ کے بچوں کو الفاظ قرآن درست کرانے والے، سمجھانے

والے، آپ کی اولادوں کے نام رکھنے والے، ان کے کان میں اذان و اقامت کے الفاظ پڑھنے والے، ان کی علمی و عملی تربیت کرنے والے، عبادات و معاملات میں رہنمائی کرنے والے، حلال و حرام کی پیچان کرانے والے، اقتصادی نظام کو سود کی لعنت سے پاک کرنے والے، ہمارے مردوں کو غسل دینے والے، ان کی تجویز و تکفین کرنے والے، ان کے جنازے پڑھانے والے، ان کی تدفین کرنے والے، ان کے لیے ایصال ثواب کرنے والے..... اس سے بڑھ کر آپ کے طعنہ سہنے والے، آپ کی گالیاں سننے والے، آپ کی ملامت کا نشانہ بننے والے اور ان کے باوجود آپ کے لیے دعائیں کرنے والے کہاں سے آتے ہیں؟

آپ اس کے جواب میں مدارس کے علاوہ کوئی اور نام لے سکتے ہیں؟ آپ کی زبان پر بے ساختہ اس کے جواب مدرسہ نہیں آتا؟ آپ اس حقیقت کا انکار کریں گے کہ انبیاء کے وارثوں کا یہ طبقہ مدارس میں اپنی زندگی کی بہاریں لٹانے والا، کسی کی دہشت گردی کا شکار ہو کر جام شہادت نوش کرنے والا ٹھنڈے دل سے غور کریں کہ وہ خود کیسے ”دہشت گرد“ ہو سکتا ہے؟؟

اس حوالے سے ہماری حکومت وقت سے بھی یہی گزارش ہے کہ مدارس اسلامیہ کے بارے میں ارباب مدارس کی باتوں کو سنجیدگی سے لیا جائے اور باہمی مشاورت سے درپیش صورتحال پر قابو پایا جائے۔ تاکہ ہمارا ملک امن کا بھی گھوارا بنا رہے اور اسلام کا بھی۔

آنین پاکستان کی بنیاد اسلام پر رکھی گئی تھی، لہذا اسلام کی تعلیم گاہیں جہاں مذہب کے استحکام اور بقاء کا ذریعہ ہیں وہیں پر پاکستان اور آئین پاکستان کی پاسبان بھی ہیں۔ ہماری دلی خواہش ہے کہ اسلام کا پرچم بھی بلدر ہے اور پاکستان کا سبز ہلالی پرچم بھی اپنی آب و تاب کے ساتھ ہم پر لہراتا رہے۔

محمد ریاض مughan

# خوشحال گھر یلو زندگی

بھھ..... محمد شاہد عرفان سعدی

## 1: شریکِ حیات کے لیے زیبائش اختیار کیجیے:

اپنی شریکِ حیات کے لیے خوبصورت لباس زیب تن کیجیے، خوشبو لگائیے۔

آپ آخری بار اپنی بیوی کے لیے کب بنے سنوارے تھے؟؟

جیسے مرد چاہتے ہیں کہ ان کی بیویاں ان کے لیے زیبائش اختیار کریں، اسی طرح خواتین بھی یہ خواہش رکھتی ہیں کہ ان کے شوہر بھی ان کے لیے زیبائش اختیار کریں۔ یاد رکھیے کہ اللہ کے رسول ﷺ گھر لوٹنے وقت مساوک استعمال کرتے اور ہمیشہ اچھی خوشبو پسند فرماتے۔

## 2: شریکِ حیات کے لیے خوبصورت نام کا چنانہ:

اپنی شریکِ حیات کے لیے خوبصورت نام کا استعمال کیجیے۔ اللہ کے رسول ﷺ اپنی ازواج کو ایسے ناموں سے پکارتے جو انہیں بے حد پسند تھے۔ اپنی شریکِ حیات کو محبوب ترین نام سے پکاریئے، اور ایسے ناموں سے اجتناب کیجیے جن سے ان کے جذبات کو ٹھیس پہنچے۔

## 3: خوبیوں کی قدر کیجیے:

اپنی شریکِ حیات سے کمھی جیسا بر تاؤ مت کیجیے۔ اپنی روزمرہ زندگی میں ہم کمھی کے بارے میں سوچتے بھی نہیں، یہاں تک کہ وہ ہمیں تنگ کرے۔ اسی طرح بعض اوقات عورت تمام دن اچھا کام کر کے بھی شوہر کی توجہ حاصل نہیں کر پاتی، یہاں تک کہ اُس کی کوئی غلطی شوہر کا دھیان کھینچ لیتی ہے۔ ایسا بر تاؤ مت کیجیے، یہ غلط

ہے۔ اُس کی خوبیوں کی قدر کیجیے اور انہی خوبیوں پر توجہ مرکوز کیجیے۔

#### 4: غلطیوں سے صرف نظر کیجیے:

اگر آپ اپنی شریکِ حیات سے کوئی غلطی سرزد ہوتے دیکھیں تو درگزر کیجیے۔ یہی طریقہ نبی اکرم ﷺ نے اپنا یا کہ جب آپ ﷺ نے ازوٰج مطہرات سے کچھ غیر موزوں ہوتے دیکھا تو آپ ﷺ نے خاموشی اختیار کی۔ اس اسلوب میں بہت کم مسلمان مرد ہی مہارت رکھتے ہیں۔

#### 5: شریکِ حیات کو دیکھ کر مسکرا دیجیے:

جب بھی اپنی شریکِ حیات کو دیکھیں تو دیکھ کر مسکرا دیجیے۔ مسکرا انصدقہ ہے اور آپ کی شریکِ حیات امّت مسلمہ سے الگ نہیں ہے۔ آپ کی شریکِ حیات آپ کو ہمیشہ مسکراتے ہوئے دیکھئے تو آپ کی زندگی کیسی گزرے گی وہ احادیث کو یاد کیجیے جب رسول اللہ ﷺ نماز کے لیے جانے سے پہلے اپنی زوجہ کو بوسہ دیتے۔

#### 6: شکریہ ادا کیجیے:

وہ تمام کام جو آپ کی شریکِ حیات آپ کے لیے کرتی ہیں، اُن سب کے لیے اُن کا شکریہ ادا کیجیے۔ بار بار شکریہ ادا کیجیے، مثال کے طور پر گھر پر رات کا کھانا۔ وہ آپ کے لیے کھانا بناتی ہے، گھر صاف کرتی ہے اور درجنوں دوسرے کام۔ اور بعض اوقات واحد تعریف جس کی وہ مستحق قرار پاتی ہے وہ یہ کہ آج سالن میں نمک کم تھا۔ خدار! ایسا مت کیجیے۔ اُس کے احسان مندر ہیے۔

#### 7: شریکِ حیات کو خوش رکھیے:

اپنی شریکِ حیات سے کہیے کہ وہ ایسی 10 باتوں سے متعلق آگاہ کرے جو آپ نے اُس کے لیے کیں اور وہ چیزیں اُس کی خوشی کا باعث بنیں۔ آپ ان چیزوں کو

اپنی شریکِ حیات کے لیے دھرائیے۔ ہو سکتا ہے کہ یہ جاننا مشکل ہو کہ کیا چیز اسے خوشی دے سکتی ہے۔ آپ اس بارے میں خود سے قیاس مت کیجیے، براہ راست اپنی شریکِ حیات سے معلوم کیجیے اور ایسے لمحوں کو اپنی زندگی میں بار بار دھراتے رہیے۔

### 8: آرام کا خیال رکھیے:

اپنی شریکِ حیات کی خواہشات کو کم مت جانیے۔ اسے آرام پہنچائیے۔ بعض اوقات شوہر اپنی بیویوں کی خواہشات کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ ایسا مت کیجیے۔ نبی اکرم ﷺ نے اس واقعے میں ہمارے لیے مثال قائم کر دی کہ حضرت صفیہ (رضی اللہ عنہا) رورہی تھیں، انہوں نے اس کی وجہ یہ بیان کی کہ آپ ﷺ نے انہیں ایک ست رفتار اونٹ پر سوار کروادیا تھا۔ آپ ﷺ نے ان کے آنسو پوچھے، ان کو تسلی دی اور انہیں (نیا) اونٹ لا کر دیا۔

### 9: مراح کیجیے:

اپنی شریکِ حیات سے مراح کیجیے اور اس کا دل بہلائیے۔ دیکھیے کہ کیسے اللہ کے رسول ﷺ حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) کے ساتھ صحراء میں دوڑ لگاتے تھے۔ آپ نے اس طرح کی کوئی بات اپنی بیوی کے ساتھ آخری مرتبہ کب کی؟؟

### 10: بہتر بننے کی کوشش کیجیے:

ہمیشہ نبی اکرم ﷺ کے یہ الفاظ یاد رکھیے: "تم میں سے بہتر وہ ہے جو اپنے گھروں کے ساتھ بہتر بر تاؤ کرنے والا ہے۔ اور میں تم سب میں اپنے گھروں سے بہترین پیش آنے والا ہوں"

ہمیں اپنے گھریلو نظام کو پر سکون اور خوشحال بنانے کے لیے شریعت اسلامیہ کی تعلیمات کو اپنائیں اور لڑائی جھگڑوں سے اپنے ازدواجی ماحول کو بچائیں۔

## مریم

**کھجور مولانا محمد کلیم اللہ حنفی**

خداۓ رحمان و رحیم کی رحمت بن کر میرے گھر میں پیدا ہونے والی دوسری بچی کا نام ہے۔ لاکھ شکر اور فضل ہے اس ذات کا جس نے مجھ جیسے ”نالائق“ کو اس عظیم نعمت سے سرفراز کیا۔

مریم..... میری آہوں کا اثر ہے، میری دعاؤں کا ثمر ہے، میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے، میری لخت جگر ہے، میری شفقتوں اور محبتوں کا محور ہے اور میری امیدوں کی کرن ہے۔

راجز شاعر نے توبیٰ کے بارے میں کہا تھا کہ

سمیتہا	إذ	ولدت	تموت
والقبر	صهر	ضامن	زمیت

ترجمہ: میں نے اس نوزائیدہ لڑکی کا نام اس کی پیدائش کے وقت تموت (مر جائے گی) رکھا اور قبر میرادا مادہ ہے، جس نے اسے اپنی بغل میں لے لیا اور اسے خاموش کر دیا۔ لیکن میں تو قرآن کریم سے نیک فالی لینے لگا ہوں۔ کلام ربی میں ہے:

انی سمیتہا مریم..... میں نے اس کا نام مریم رکھا۔

چنانچہ میں بھی نیک تمناؤں اور امیدوں کے ساتھ بالکل انہی الفاظ کو دھراتا ہوں۔ انی سمیتہا مریم..... میں نے اس (اپنی بیٹی) کا نام مریم رکھا۔

مریم..... کا معنی ہوتا ہے: عبادت گزار۔ یہ بات میرے لیے باعث انتشار ہے میں اس کو اللہ کا بلند انعام سمجھتا ہوں اور اس بڑی نعمت سے کو خدا کی رحمت سمجھ کر غلام ہونے کی حیثیت سے جہاں اپنے اللہ سے راضی ہوں وہاں پر پر سکون بھی ہوں۔

مریم..... کے اہل خانہ اگر میری بات کو بغور دیکھیں گے تو ان کو یہ محسوس ہو گا کہ میرے ذکر کردہ الفاظ میں اس کے تھیں اور دھدیاں کا تذکرہ بھی ڈار آیا ہے۔

### یادش بخیر!

مریم..... خدا کا دہر انعام بن کر میرے آگئن میں اتری، ماہ ربیع الاول کا پہلا جمعۃ المبارک، رات کے پچھلے پھر بوقت تہجد تقریباً سوا تین بجے بمقابلہ 26 دسمبر 2014ء کو میرے گھرانے میں مبارک سعادت کی بولیاں سنائی دیں۔ میری سامعتوں نے جب اس صدائے سرت سے ملن کا یارا کیا تو میں ورطہ شکر میں ڈوب گیا۔ خدا سلامت رکھے۔

مسلم معاشرے میں مشرکانہ ذہنیت رواج پانے لگی ہے کہ بچپوں کو اپنے لیے باعث عار سمجھا جانے لگا ہے۔ عرب کے بدؤ، گنوار اور اجد جو بیٹیوں کے پیدا ہوتے ہی ان کو زمین کی تاریکیوں کے حوالے کر دیتے تھے۔ جہلائے عرب کی فرسودہ سوچ کی منظر کشی کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چپازاد فرماتے ہیں:

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: كَانَتِ الْمَرْأَةُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ إِذَا حَمِلتْ حَفْرَتَ حَفْرَةً، وَتَمْخَضَتْ عَلَى رَأْسِهَا، فَإِنْ وَلَدَتْ جَارِيَةً رَمَتْ بِهَا فِي الْحَفْرَةِ، وَرَدَتْ التَّرَابُ عَلَيْهَا، وَإِنْ وَلَدَتْ غَلَامًا حَبَسَتْهُ۔

جب عورت کے وضع حمل کا وقت قریب آتا تو زمین میں گڑھا کھود کر اسے وہاں بیٹھا دیا جاتا پھر اگر نوزائدہ لڑکی ہوتی تو اسے اس گڑھے میں پھیک دیا جاتا اور اس پر مٹی ڈال دی جاتی اور اگر لڑکا ہوتا تو اسے زندہ چھوڑ دیا جاتا۔ اس قیچی اور مہلک رسم کے تناظر میں راجز کا شعر دوبارہ پڑھ لیجیے۔ آپ کو اس کی تیگینے کا اندازہ ہو جائے گا۔

آپ چشم تصور و ایکجیے میں آپ کو مکہ کے پہاڑ ابو دلامہ کے دامن میں لیے چلتا ہوں۔ یہ دیکھیے کتنی معصوم معصوم بچیاں ہیں جن کی زبانوں سے بای ذنب قتلت کی سکیوں میں رند ہی آوازیں سنائی دے رہی ہیں۔ جرم ناکرده کی سزا پانے والی یہ بچیاں بھی آخر کسی نہ کسی کی ”بیٹیاں“ تھیں۔

مشرکین عرب کی اس مجرمانہ کیفیت کو تاریخ نویسوں نے ان الفاظ میں محفوظ کیا ہے: وَئِدَ الْبَنَاتُ: أَيْ دَفْنُهُنَّ أَحْيَاءً حِيثُ كَانُوا فِي الْجَاهِلِيَّةِ إِذَا رَزِقَ أَحَدُهُمْ بِأَنْثَى ظُلْ وَجْهَهُ مَسُودًا وَقَدْ قَيْلَ إِنَّهُمْ يَقْتَلُونَهُنَّ خَشِيَّةُ الْعَارِ وَبِمَكَةَ جَبَلٍ يَقَالُ لَهُ أَبُو دَلَامَةَ كَانَتْ قَرِيشٌ تَعْدِيَهُ الْبَنَاتُ۔

بیٹیوں کو دفن کرنا جب وہ پیدا ہوں۔ جہلائے عرب کو جب بیٹی کے پیدا ہونے کی اطلاع ملتی تو اس کا چہرہ کالاسیا ہو جاتا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ عار کی وجہ سے ان بچیوں کو قتل کر دیتے اور مکہ مکرہ میں ایک پہاڑ جس کا نام ابو دلامہ ہے قریشی لوگ اس پہاڑ کے دامن میں لڑکیوں کو دفن کرتے تھے۔

تاریخ کے جھروکوں سے ایک حقیقت یہ بھی دیکھتے جائیے، ایک صاحب رقم طراز ہیں: ”قبل از اسلام تو انسانیت کے دائے سے بھی خارج قرار دیا گیا تھا، یونانیوں میں عورت کا وجود ناپاک اور شیطانی تصور کیا جاتا تھا۔ عورت فقط خدمت اور نفسانی خواہشات کی تکمیل کا ذریعہ تھی۔ رومی لوگ عورت کو روح انسانی سے خالی جانتے تھے وہ اسے قیامت کے دن دوبارہ زندہ کئے جانے کے قابل نہیں سمجھتے تھے۔ ساسانی بادشاہوں کے زمانے میں عورت کا شمار اشیاء خرید و فروخت میں ہوتا تھا، یہودیوں میں عورت کی گواہی ناقابل قبول تھی۔ زمانہ جاہلیت کے عرب تو بیٹی کی پیدائش کو اپنے لئے موجب نگ و عار جانتے تھے۔ ہندو اور پارسی، عورت کو ہر خرابی کی جڑ، فتنہ کی بنیاد اور حقیر ترین چیز شمار کرتے تھے۔ چین کے فلسفی (کونفوشیوس) کا

قول ہے عورت حکم و احکام دینے کے قابل نہیں ہے، عورت کو گھر میں بند رہنا چاہئے تاکہ لوگ اس کے شر سے محفوظ رہیں۔ قبل از اسلام جزیرہ نما عرب میں عورت زندہ رہنے کے قابل نہیں سمجھی جاتی تھی۔ بیٹی کی پیدائش ننگ و عار اور فضیحت و شرمساری کا موجب تھی۔ اسلام نے عورت کو وہ مقام دیا اور ایسی عظمت دی جس کا تصور کسی غیر مسلم معاشرے میں ممکن نہیں ہے۔“

عرب کے جہلاء تو پیدائش کے بعد گڑھے میں دفن کر دیتے تھے لیکن مغربیت زدہ، فرنگی تہذیب سے متاثر، احساس مکتری کی دلدل میں ڈوبا ہوا اغیار سے مرعوب ہمارا معاشرہ (بعض اشخاص مراد ہیں) تو پچی کی ماں کے رحم کو ہی اس کی قبر بنا دیتے ہیں۔

ان سے وہ لوگ بھی کچھ سمجھ دار نکلے جنہوں نے باوجود مسلمان نہ ہونے کے اس رسم کو توڑا۔ چنانچہ کچھ عرصہ پہلے کی بات ہے کہ بی بی سی کی طرف سے ایک خبر شائع ہوئی تھی، ملاحظہ فرمائیں:

”بھارت کی ریاست بہار سے ہو کر گزرنے والی نیشنل ہائی وے 31 پر تینیٹگا جانے والے راستے پر تقریباً چار کلو میٹر آگے بڑھیں تو ایک سائنس بورڈ ملتا ہے۔ اس پر لکھا ہے: ایک مشہور مثالی گاؤں ”دھر ہرا“ میں خوش آمدید۔

گاؤں کے بزرگوں نے یہ راستہ نکالا کہ بیٹی کا استقبال تو کیا جائے گا لیکن اس کی نگہداشت، تعلیم اور جیزیر کا خرچ حاصل کرنے کے لیے اس کی پیدائش کے وقت پھل دار درخت لگائے جائیں۔“

جبکہ بعض لوگ بچیوں کے جسمانی قتل تو نہیں کرتے لیکن ان کے معاشرتی اور روحاںی قتل کے مرکتب ہوتے ہیں۔ انہیں اچھی تعلیم نہیں دیتے، تربیت میں کوتاہی کرتے ہیں، پر فتن دور میں ”آزاد“ ماحول دیتے ہیں، جو درحقیقت بچیوں کو

عزت، حیاء، پاک دامنی، غیرت اور ادب و احترام سے ”آزاد“ کر دیتا ہے۔

بعض بچپوں کے معاشری قاتل ہیں۔ میراث اور دیگر معاملات میں انہیں

سیکسر نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔

جب کہ اسلام کے احکام یہ ہیں کہ بچی کا نام عمدہ رکھا جائے، تربیت میں کوئی کسر نہ چھوڑی جائے، عمدہ تعلیم سے آراستہ کیا جائے، گھر یلو کام کا ج کا خوگر بنایا جائے، نسبت اچھی قائم کی جائے، نکاح جلدی کیا جائے، عزت و احترام اور پیار و محبت سے اپنی اس ”مہمان“ کو الوداع کیا جائے۔ ہر طرح سے اس کا خیال رکھا جائے۔

احادیث مبارکہ میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان جوں جوں بیٹی کی تربیت کے مراحل پورے کر رہا ہوتا ہے توں توں وہ جنت کے مخلات کے قریب تر ہو رہا ہوتا ہے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے 3 لڑکیوں کی پرورش کی، ان کی اچھی تربیت کی، ان سے حسن سلوک کیا پھر ان کا نکاح کر دیا تو اس کے لئے جنت واجب ہو گئی۔

(ابوداؤد)

اسی طرح صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے سوال کرنے پر دو بچپوں کے بارے میں بھی یہی خوشخبری اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائی ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حسن انسانیت

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جس شخص کے یہاں بچی پیدا ہوئی اور اس نے جاہلیت کے طریقے پر زندہ

درگور نہیں کیا اور نہ اس کو حقیر و ذلیل سمجھا اور نہ لڑکوں کو اس کے مقابلے میں ترجیح

دی تو اللہ تعالیٰ اسی شخص کو جنت میں داخل فرمائے گا۔

(ابوداؤد)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کسی نے دو لڑکیوں کی پرورش کی یہاں تک کہ وہ بالغ ہو گئیں۔ انگشتِ شہادت اور درمیانی انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو میں اور وہ اس طرح جنت میں داخل ہوں گے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک مسکین عورت اپنی دو بیٹیاں اٹھائے ہوئے میرے پاس آئی تو میں نے تین کھجوریں اسے کھانے کیلئے دیں۔ اس نے ان دونوں کو ایک ایک کھجور دے دی اور باقی ایک کھجور اپنے منہ کی طرف اٹھائی تاکہ اسے کھائے لیکن وہ بھی اس کی دونوں بیٹیوں نے کھانے کیلئے مانگ لی۔ پس اس نے اس کھجور کے، جسے وہ کھانا چاہتی تھی، دو نکلتے کیے اور ان دونوں بیٹیوں کو دے دیے۔ مجھے اس کی یہ بات بہت اچھی لگی، پس اس نے جو کیا تھا میں نے اس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا تو آپ نے فرمایا: یقیناً اللہ تعالیٰ نے اس کے اس عمل کی وجہ سے اس کے لیے جنت واجب کر دی یا (فرمایا) اسے جہنم کی آگ سے آزاد فرمادیا ہے۔

(صحیح مسلم)

ہم..... پھر وہی ہوانا۔ صفات کا دامن <sup>تَنَّ</sup> کاشاکی بن کر بڑھانے لگا ہے۔ مریم کی ابتداء نیک فالی سے کی تھی اور اس کا اختتام ایک دعا پر کرتے ہوئے آیت مبارکہ کی بھی تکمیل کرتے ہیں۔

أَنِ اعِيذُهَا بِكَ وَذَرِيهَا مِنَ الشَّيْطَنِ الرَّجِيمِ

اے اللہ میں اس (مریم) کو اور اس کی (ان شاء اللہ ہونے والی) اولاد کو تیری پناہ میں دیتا ہوں۔ شیطان مردود سے۔

اے اللہ تو میری اس دعا کو قبول حسن عطا فرم۔ آمین یا رب العالمین

## نیکی کا نقد بدله!

مفتی محمد معاویہ اسماعیل  
بھٹھ.....

دسمبر کا مہینہ شروع ہو چکا تھا، ٹھنڈا پنے عروج پر تھی، رہی سہی کسر دھندر نے نکال دی تھی، سر شام ہی لوگ بستریوں میں دبک جایا کرتے تھے، سڑکیں سنان لگتی تھیں، وقٹے وقٹے سے کوئی گاڑی گزرتی تو کوئی آواز پیدا ہوتی تھی ورنہ توہر طرف ہو کا عالم تھا۔

اس دن تو کچھ ٹھنڈا زیادہ ہی تھی، اسی وجہ سے میرا آفس جانے کا بالکل دل نہیں کر رہا تھا مگر بازار سے گھر کی کچھ ضرورت کی چیزیں لانی تھیں، اس لئے آفس چلا آیا، کہ چلوانگہ بھی نہ ہو گا گھر کی چیزیں بھی خرید لوں گا، ویسے بھی بازار کی طرف جانا ہی پڑتا، اور آفس میں آکر بھی صح سے ہیٹھ ہی کے پاس بیٹھا تھا، مگر پھر بھی کسی وقت ایک ٹھنڈی لہر سی جسم میں دوڑ جاتی، اتنے میں گھر ہی نے چار بجنتے کا اعلان کیا، آفس کا وقت ختم ہو چکا تھا، اب میں اپنے آپ کو کوئے لگا کہ کیا ضرورت تھی آج اتنی سردی میں آنے کی، سامان کسی اور وقت میں بھی خریدا جائے تھا، مگر اب تو آچکا تھا، بہر حال اب سوچنے کا قت نہ تھا بلکہ آفس سے جانے کا وقت تھا، میں نے اپنے اوپر لی ہوئی چادر کو اتار کر کیس میں ڈالا اور اور کوٹ اچھی طرح پہن کر گیٹ سے باہر کی طرف نکلا، جیسے ہی گلاس ڈور کھولا ایک ٹھنڈی لہر جسم سے ٹکرائی اور کوٹ کو چیرتی ہوئی سیدھا ہڈیوں میں جا گھسی، میں نے کوٹ کو مزید اپنے اوپر سختی سے لپیٹ لیا، اور آہستہ آہستہ چلتا ہوا بائیک سینیڈ کی طرف آنے لگا، چوکیدار کو ادھر ادھر نظر دوڑا کر ڈھونڈا تو وہ بیچارہ ایک کونے میں دبکا بیٹھا نظر آیا، میں اس کی حالت دیکھ کر بے اختیار مسکرا دیا، اس کو سلام کیا تو اس نے صرف سر ہلانے پر ہی اکتفا کیا، لگتا تھا کہ

ٹھنڈنے اس کو جما کر رکھ دیا ہے، بہر حال میں نے اپنی بائیک نکالی اور سٹارٹ کر کے بازار کی راہی، وہاں سے خریداری کرتے کرتے شام کے سات نج گئے، رات کافی گھری ہو چکی تھی، اوپر سے دھند، خدا کی پناہ ہاتھ کو ہاتھ سمجھائی نہ دیتا تھا، میں نے بائیک کی ہیلی لائے آن کی اور آہستہ آہستہ چلاتے ہوئے میں روڑ پر آگیا، ابھی میں نے تھوڑا ہی فاصلہ طے کیا تھا کہ پیچھے سے ہارن سنائی دیا، میں نے بائیک سائیڈ پر کرلی تاکہ پیچھے والی سواری کو راستہ دے دوں، مگر پیچھے سے آنے والے نے میرے قریب آکر رفتار کم کر لی، میں نے گردن گھما کر دیکھا تو وہ ایک بیس بائیک سالہ نوجوان تھا، جو ایک 125 بائیک پر سوار تھا، اتنی ٹھنڈ میں اس نے اپنے اوپر کچھ نہ پہنانا ہوا تھا، نہ کوئی چادر نہ کوٹ اور نہ ہی کوئی ہیلمٹ، میں اس کی حالت دیکھ کر حیران رہ گیا، جب بیمار ہو گا تو پتہ چل جائے گا، میں نے دل ہی دل میں سوچا، آؤ بھائی اس دھند اور ٹھنڈ میں کچھ تھوڑی سی ریس لگاتے ہیں، اس کی بات سن کر مجھے لگا کہ شاید وہ پاگل بھی ہے، مگر میں نے اس کو کوئی بات کئے بغیر ہی نفی میں سر ہلا کیا، بس ڈر گئے، کوٹ ہیلمٹ اور نئی 125 بائیک کے ہوتے ہوئے بھی گھبر ار ہے ہو، اس نے مجھے پچکارتے ہوئے کہا، واقعتاً اس کی بات بالکل ٹھیک تھی، میری گاڑی بالکل نئی تھی میں نے چند ہی دن پہلے لی تھی اس کی گاڑی کچھ پرانی سی لگ رہی تھی، اس نے جب بار بار مجھے شہ دلائی تو میں بھی یہ سوچ کر کہ اس وقت تو روڑ بالکل صاف ہے، کوئی گاڑی تو ہے نہیں، تیار ہو گیا، میں نے بائیک کا گیئر بدلا، اور اس کی رفتار بھی بڑھادی اس نے جب دیکھا تو اس نے بھی گاڑی کی رفتار تیز کر دی۔

اب ہم دونوں وقتوں وقتوں سے گاڑی کی رفتار بڑھا رہے تھے، روڑ صاف تھا، کوئی سواری نہ تھی، کبھی وہ مجھ سے آگے نکل جاتا، تو کبھی میں، تھوڑا آگے ایک چوک آتا تھا، جب ہم وہاں سے گزرتے وہ چوک بالکل خالی تھا، مگر اس چوک کے

آخر میں ایک ہیولا سانظر آیا قریب آئے تو وہاں ایک بابا جی کھڑے نظر آئے، ان کے ایک ہاتھ میں شاپر تھا جس کو وہ آگے بڑھا کر ہم سے لفٹ لینے کیلئے اشارہ کر رہے تھے اور دوسرا ہاتھ سینے پر رکھے زور زور سے کھانس رہے تھے، ہم دونوں وہاں سے تیزی ہی میں آگے بڑھ گئے، مگر مجھے ایسے لگا کہ کسی نے میرا دل مٹھی میں لے لیا ہے، اصل میں میری طبیعت میں نرمی بہت زیادہ تھی، مجھ سے کسی کا دکھ برداشت نہیں ہوتا تھا، اسی جذبہ ہمدری کی وجہ سے میرے دل میں خیال آیا کہ پتہ نہیں اس وقت یہ بابا جی کہاں جانا چاہتے ہو گے، اور اس بات کا تو مجھے یقین تھا کہ اب ان کو کوئی گاڑی نہیں ملے گی، اور لگتا تھا کہ وہ بیمار بھی ہیں، پھر مقابلہ یاد آگیا تو میں نے اس خیال کو جھکانے کی کوشش کی، دماغ اور ضمیر کی اسی جنگ میں جیت ضمیر کی ہو گئی اور میں نے بایک آہستہ کرنی شروع کر دی، تو وہ نوجوان جو مجھ سے کچھ پیچھے رہ گیا تھا، زوں کر کے آگے نکل گیا میں نے اس کی پرواکیے بغیر گاڑی واپس موڑی اور اس چوک میں واپس آگیا جہاں بابا جی مایوس سے کھڑے تھے، میں نے ان کے قریب بایک روکی۔

جی بابا جی کہاں جانا ہے آپ نے؟ بب بیٹا! مم میں غریب آدمی ہوں، اُح اُح اُح کہتے کہتے باہی کو پھر کھانی شروع ہو گئی تو میں بایک سے نیچے اتر آیا، میں نے دیکھا کہ بابا جی کے ہاتھ میں جو شاپر تھا اس میں کچھ دو ایساں تھیں، بابا جی اس وقت آپ کہاں جا رہے ہیں، بابا جی کی کھانسی رکی تو میں نے پھر پوچھا، بب بیٹا بیمار آدمی ہوں، وہ، مم مجھے سانس کی تکلیف ہے، ساتھ میں کھانسی بھی بب بڑی شدید ہے، کافی عرصے سے دوائی کھارہا ہوں، آآ آج اُح اُح بابا جی کو کھانسی کا پھر دورہ سا پڑ گیا، آج دوائی بھی ختم ہو گئی تھی، اور ڈاکٹر کو بھی چیک کروانا تھا، اس لئے مم میں نے سوچا کہ ڈاکٹر کے پاس چیک کرو آتا ہوں، مگر ابھی تو کوئی گاڑی ہی نہیں ہے، بابا جی نے تفصیل سے بتایا۔

آپ صبح چلے جاتے اتنی دیر سے جانے کی کیا ضرورت تھی، میں نے کہا، بب

بیٹا دراصل مجھے رات کوس سس سانس کی تکلیف بڑھ جاتی ہے دوائی نہ کھاؤں تو سانس بند ہونے لگتا رات کو اٹھ کر دوائی کھ کھاتا ہوں تھت تو کچھ فرق پڑتا ہے، اور دوائی ختم ہو گئی تھی، میسے بھی نہیں تھے، ۱۱۰ بھی ایک محلے دار سے کچھ میسے قن قرض لیے ہیں، وہ بھی شش شام کو آتا ہے، نوکری کرتا ہے ناکسی جگہ پر، اس سے پیسے دیر سے ملے، اس لئے اب اب جا رہا ہوں۔

بابا جی نے ہکلاتے ہوئے بات کی، لگتا تھا کہ ٹھنڈاں کو کچھ زیادہ ہی لگ گئی تھی، ٹھیک ہے بابا جی میں آپ کو ہسپتال چھوڑ آتا ہوں، یہ کہہ کر میں نے کیس میں سے اپنی چادر نکال کر بابا جی کے اوپر لپیٹ دی، باسیک سارٹ کی اور بابا جی کو پیچھے بٹھا کر واپس سول ہسپتال کی طرف روانہ ہو گیا، کیونکہ سول ہسپتال ہمارے آفس والی جانب تھا، مجھے دیر ہونا تو یقینی بات تھی، مگر بابا جی کو ایسے چھوڑ کر بھی نہ جا سکتا تھا، بہر حال میں نے بابا جی کو ہسپتال پہنچایا، بابا جی نے دوائی لی، جس میں تقریباً پندرہ منٹ صرف ہو گئے، بابا جی کی دوائی کابل ایک ہزار روپے بناء، بابا جی نے مل دینے کیلئے جیب میں ہاتھ ڈالا تو میں نے روک دیا اور مل خود ادا کر دیا، آؤ بابا جی چلیں، میں نے کہا اور بابا جی مجھے ایسے دیکھنے لگے جیسے میں کوئی انسان نہیں بلکہ فرشتہ ہوں۔

بہر حال میں نے بابا جی کو اسی چوک میں اتار دیا، بابا جی نے مجھے ڈھیروں دعائیں دے کر رخصت کیا، اور چادر اتارنے لگے، نہیں نہیں بابا جی رہنے دیں، آپ یہ چادر رکھ لیں، آپ کو کام آئے گی، جب میں نے یہ کہا تو بابا جی کی آنکھوں میں آنسو آگئے اور وہ لگے مجھے دعائیں دینے، انہوں نے اتنی دعائیں دیں کہ دیر ہونے کی وجہ سے ہونے پر بیٹھنی بھی ختم ہو گئی، میں نے بابا جی کو سلام کر کے باسیک آگے بڑھا دی، کافی دیر ہو چکی تھی گھروالے بھی پر بیٹھان ہوں گے، میں باسیک کچھ تیز کر دی۔

چند میل ہی فاصلہ طے کیا تھا کہ مجھے لگا جیسے کافی سارے لوگ کھڑے

ہیں، قریب پہنچنے پر پتہ چلا کہ ابھی تھوڑی دیر پہلے ایک سیدنٹ ہوا ہے، میں نے دور سے دیکھا ایک نوجوان سا سڑک پر پڑا ہوا تھا، کافی ساری سڑک خون آلو دھوچکی تھی، میں نے ذرا آگے ہو کر دیکھا تو میرے اوسان خطا ہو گئے یہ تو وہی نوجوان تھا جو ابھی تھوڑی دیر پہلے مجھ سے مقابلہ کر کے گاڑی دوڑا رہا تھا، اف یا خدا یہ کیا بننا؟ میں یہ منظر دیکھ کر ششد رہ گیا، نوجوان تھا، خون بڑا جوش مارتا ہے نا، لاکھ سمجھاو پر سمجھتے ہی نہیں، اتنی دھند میں جب اتنی تیز موڑ سائیکل چلانی جائے تو انجمام یہی ہوتا ہے، میں ابھی سوچ ہی رہا تھا کہ ایک بوڑھے بابا گی کے تبصرہ کی آواز میرے کانوں میں پڑی، وہ بھی شاید اسی گاڑی میں سوار تھے۔

ایک آدمی سے میں نے صورت حال پوچھی تو اس نے بتایا جناب کیا پوچھتے ہو ہم یہاں گاڑی کی انتظار میں کھڑے تھے یہ نوجوان اتنی تیز موڑ سائیکل دوڑاتا ہوا ہمارے قریب سے گزر اکہ ہم دہل کر رہے گئے، مگر چند گز دور سے آتی اس گاڑی سے جا ٹکرایا، گاڑی کی طرف اس نے اشارہ کرتے کہا، انجمام اس کا سامنے ہے، کوئی لوگ کانوں کو ہاتھ لگا رہے تھے، اتنے میں ایک بولینس کی آواز آئی اور لوگ راستہ بنانے لگے ایک آدمی نے اس پر ایک کپڑا ڈال دیا، انہوں نے جلد ہی اس کی لاش کو اٹھا کر گاڑی میں ڈالا، اس کی بائیک سائیکل پر پڑی ہوئی تھی، جو بالکل مڑچکی تھی ایسے لگتا تھا جیسے کسی نے اس بائیک کو پکڑ کر موڑ دیا ہو۔

اس بائیک کی حالت سے ہی ٹکر کی شدت کا اندازہ لگایا جا سکتا تھا، میں یہ سوچنے لگا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس بزرگ کے ساتھ کی گئی نیکی کا صلحہ کتنی جلدی دے دیا ہے، اگر میں اس بزرگ کیلئے واپس نہ جاتا اور اس نوجوان کے ساتھ ہی گاڑی دوڑاتا رہتا تو اس سے آگے سوچ کر ہی جنم میں جھر جھری سی آگئی اور میں نے استغفار کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے اپنی بائیک آگے بڑھا دی۔

## نا فرمانی

**سکھ.....بنتِ مسعود، کراچی**

جہاز کے ارد گرد بگلے جیسے سفید بادل کے ٹکڑوں کے منظر نے روح میں تراوٹ بھر دی تھی، سورج کی طلائی کرنوں میں نہائے یہ ٹکڑے قدرت کی صنای کا بہترین مظہر تھے۔ میں سیٹ کی پشت سے سرٹکائے محیت سے اس حسین منظر میں گم تھی، جب کہ میرے شوہر ہمیشہ کی طرح دوران سفر بھی اپنے دفتر کا باقی ماندہ کام لیپ ٹاپ پر نمٹا رہے تھے۔ ہمیشہ کی طرح اپنے ارد گرد کے ماحول سے بے خبر اور غافل ان کے دفتری کام میں اس حد تک انہاک پر؛ جہاں میں کبھی زیچ ہوتی تو کبھی جھگڑتی مگر آفریں ہے کہ ان صاحب کے کان پر جوں بھی رینگی ہو۔ اسی کھینچاتانی اور کش کمش میں بعض اوقات شگونے بھی کہتے جیسا کہ پچھلے دنوں عید الاضحیٰ کی چھٹیوں میں بھی وہ مجھے اور بچوں کو بہلا پھسلا کر آفس کا کام کرنے کا کچھ وقت نکال ہی رہے تھے۔

اب چونکہ کام توہر وقت اعصاب پر سوار ہی رہتا تھا لہذا ایک رات سوتے ہوئے محترم بڑھ رائے ”ہاں ہاں کیپری کورن والے نے گائے کی سب سے مناسب قیمت دی ہے اسی کو فائنل کریں گے۔“ عید الاضحیٰ میں گائے، بکروں اور آفس کی فکروں نے مل کر ایک مزید ارجمند بخواہیا جو ہفتلوں مہمانوں کو خوش کرنے کے لیے نقل کیا جاتا رہا۔

”سینے“ اچانک مجھے یاد آیا اتفاق سے یہ موقع بلکہ سنہری موقع ملا ہے کہ جس میں میں اپنی ”ماں“ کے متعلق انہیں بتا سکوں۔

”سنائیے“ ہنوز اسکرین پر نظریں جمائے مسکراتے لجھے میں گویا ہوئے۔ ایسے نہیں بہت اہم بات ہے پہلے یہ بند کریں، میرے اٹل مطابے پر پہلے تو

پریشان ہو کر سر کھجالاتے ہوئے بولے : ”بند کر دوں ؟ مگر میں تو ابھی skype پر login ہوں۔“ اچھا چلو! اس کا بھی حل ہے۔ اور پھر 5 منٹ کا اشارہ کر کے غٹان کے لیے اس کی پسندیدہ گیم ڈاؤن لوڈنگ پر لگا کر میری طرف متوجہ ہوئے۔ ان کی خود کو جبکی فراغت دینے پر میرا دل کلس کر رہ گیا، گویا لیپ ٹاپ سے لحاظی جدائی بھی بڑی مشکل ہے میں نے کینہ توزگاہوں سے لیپ ٹاپ کو دیکھا اور سر جھٹک کر اپنی بات کا سراپکڑا۔

ابھی سر دیوں میں جس ماں نے ہمارے ہاں کپڑے دھوئے تھے کیا آپ کو یاد ہے؟ میرے استفسار پر جواب دیا۔ ہاں ہاں! وہی ماں جو اپنی دو سال کی بچی بھی لے کر آتی تھی؟ جی وہی پختہ ہے وہ اپنے گاؤں گئی ہوئی تھی تو وہاں سیلا ب آگیا، وہ بے چاری اسی مصیبت میں پھنس گئی تھی، جبکی ایک دم غائب ہوئی تھی۔ اف خدا یا..... اس قدر بر احوال ہے..... پرانے کپڑے پہنے..... ستھوئے پیلے زرد چہرے..... جس پر خوف و دہشت جیسے چپک کر رہ گئے ہوں..... بنجے صرف بنیان اور نیکروں میں..... اور سب کے جسموں پر موٹے موٹے کریبہ دانے..... سب سے بڑھ کر کہ بے چاری نجانے کیسے سمیٹ سمٹ کر یہاں تک پہنچ گئی تھی۔ بھوک کے مارے سب گویا گرے جا رہے تھے میں نے صابرہ سے سب سے پہلے کھانا لگانے کا کہا پھر کھا کر بنجے تو بے چارے اتنے تھکے ہوئے تھے کہ وہیں دستر خوان کے پاس پڑ کے سو گئے اور ملثوم نے کہانی سنائی۔

بتا رہی تھی کہ اس کے شوہرنے جب آکر بتایا کہ اعلان ہو گیا ہے بستی چھوڑنے کا، جلدی چلو! تو وہ ضرورت کی اہم چیزیں اٹھانے لگی یہ دیکھ کر اس کا شوہر چنچ اٹھا کہ باہر پانی دکھ رہا ہے بس حواس باختہ گرتے پڑتے سوا مہینے کا چھوٹا بچہ لے کر بھاگی۔ کہنے لگی : باجی! باہر آکر جو دیکھا تو لگتا تھا کہ اللہ کا قهر ٹوٹ پڑا ہو۔ پانی کے

غصبنگاک ریلے اور منہ زور لہریں بڑے بڑے درخت جڑوں سے اکھاڑ کر پچینک رہے تھے، عمارتیں نمک کی طرح گھلی جا رہی تھیں۔ اپنی آنکھوں سے چھینیں مارتے بچے اور بوڑھے دیکھے، لہریں انہیں اٹھا اٹھا کر چڑھ رہی تھیں اور وہ دم توڑ رہے تھے، بڑی بڑی مچھلیاں سن سن دائیں باعیں گزر رہی تھیں۔ سمندری خوفناک کیڑے تو کیڑے سمندری سانپ بھی تیرتے آرہے تھے، یہاں تک کہ پرانے دفن شدہ مردوں کی لاشیں اوپر آکر ہمارے ارد گرد تیر رہی تھیں خوف اور دہشت کی شاید کوئی چیز نہ پچی ہو جو ہم نے نہ دیکھی ہو بس ایک بات ذہن میں تھی کہ اللہ بس جان بچالے۔ دل یہ سوچ سوچ کہ کانپ رہا تھا کہ میرا ایک بھی بچہ نہ رہا تو کیا ہو گا؟

میں نے پوچھا: کھانے پینے کا کیا ہوتا تھا؟

کہنے لگی: کبھی امدادی ٹیمیں دینے آتیں کبھی ہیلی کاپٹر سے پھینکتے خشک ڈبل روٹیاں یا چاول لوگ اس قدر بھوکے ہو چکے تھے کہ لانے والوں پر ایک دم بله بول دیتے جس سے بعض دفعہ کھانا بھی ضائع ہو جاتا اور وہ ڈر کر پچینک جاتے اور پانی بھی کبھی بوتلیں مل جاتیں اور کبھی.....

یہ کہہ کروہ خاموش ہو گئی۔ میں نے گھبرا کر پوچھا کہ ہاں کلثوم بتاؤ نا! اگر نہ ملیں تو کیا وہی سیلا بکاپانی پی لیتے تھے؟ سوال پوچھتے ہوئے میرا جی متلا گیا وہ نظر چرا کر بولی پھر کیا کرتے باجی زندہ رہنے کے لیے کچھ تو کرنا تھا نا۔

لیکن یہ ساری تکلیفیں ایک طرف اور وہ اذیت بھری خبر ایک طرف۔ کہنے لگی امدادی ٹیمیں آئیں اور جہاں جہاں خشک زمین تھی وہاں کیمپ لگا کر ہمیں منتقل کرنے لگیں، دو تین دن ہی گزر تھے کہ خشک ہوتے آنسو پھر ابل پڑے چور چور جسم والے لوگ جب پیٹ بھر کر سوئے تو؛ دو تین راتیں تو محسوس بھی نہ ہوا، مگر پھر سب چونکنا شروع ہوئے، کھانے میں نشہ ملا کر دیا جاتا تھا اور راتوں رات لڑکیاں اور

عورتیں غائب ہو جاتیں۔

یہ بات سن کر میرے روئے کھڑے ہو گئے!!!! کون تھے وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کا قہر و غصب دیکھنے کے باوجود اتنی ڈھٹائی سے ایسا شر مناک کھیل کھیل رہے تھے؟ میرے سوال پر میرے شوہرنے ایک سرد آہ بھری۔

بتائیے ناں اشعر! کیا کوئی مسلمان اتنا بھی گر سکتا ہے؟ میں نے پھر سوال کیا یہ دراصل امدادی ٹیکوں میں گھس کے جانے والی کالی بھیڑیں تھیں اور کوئی ضروری نہیں کہ وہ واقعی مسلمان ہی ہوں ایسے لوگ تو در حقیقت لامذہ ہب ہتے ہیں ان کا دین ایمان صرف پیسہ ہوتا ہے صرف پیسہ۔

میں سوچنے لگی کہ واقعی مسلمان کے لیے تو یہ سننا ہی کافی ہوتا ہو گا اسی سے اتنی عبرت حاصل ہو رہی ہے کجایہ کہ جنہوں نے خود یہ خونیں مناظر دیکھے ہوں لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ ہم مسلمانوں کے اعمال اس حد تک خراب ہو چکے ہیں اور نافرمانی اتنی بڑھ گئی ہے کہ کہیں سیلا ب تو کہیں زلزلے کی صورت میں تنبیہ آتی ہے کہ سننجل جاؤ، اب بھی وقت ہے۔

میں انہی سوچوں میں ہی گم تھی کہ ایز ہو سٹس نے بیلٹس باندھنے کی ہدایت کی کیونکہ جہاز لینڈ کرنے کا وقت آچکا تھا۔

گھر میں داخل ہوتے ہی ہمارا پر تپاک استقبال ہوا، اس کے بعد میرے میاں تو اپنی والدہ کی گود میں سر رکھ کر لیٹ گئے اور متاس سے سیراب ہونے لگے، عثمان نے جو اپنے بابا کو لاڑاٹھواتے دیکھا تو چکپے سے چھیڑا۔ مازا بوانے، دراصل اشعر؛ عثمان کو اس کی بچپگانہ ضدوں کہ ماما کے ہاتھ سے کھانا ہے، ماما کے ساتھ سونا ہے، پر مازا بوانے کہہ کر چھیڑتے ہیں لہذا بھی وہ مناسب وقت تھا کہ وہ اپنابدلہ لیتا، سب باپ بیٹا کی کہانی سن کر ہنسنے لگے۔

شادی کے کچھ مہینوں بعد ہی اشعر کا تبادلہ ابراؤ ہو گیا تھا اسی لیے مجھے بھی جانا پڑا، عید بقر عید کے علاوہ یہ پہلا موقع تھا جس میں ہم پاکستان آئے تھے اور یہ موقع میرے جیٹھ کے بیٹے کی شادی کی صورت تھا۔

میری شادی کے بعد یہ میرے سرال میں آنے والی پہلی شادی تھی، میں بہت پُر جوش تھی، رات کے کھانے کے بعد عثمان تو چونکہ بچھ تھا قانون فطرت پر چلنے والا، لہذا سو گیا جب کہ ہم سب بھا بھیوں اور نندوں نے لاونج میں ڈیر اڈاں لیا۔ دیور چونکہ میرے شرعی پر دے کی وجہ سے اس محفل میں شریک نہیں ہو سکتے تھے لہذا وہ اشعر کے ہمراہ کمرے میں جمع ہو گئے۔

خواتین کا پہلا اثر سٹ سجن، نورناٹھہر۔ اللہ اب سے ڈیڑھ گھنٹہ پہلے سے ہم شادی کے موقع پر پہنچنے جانے والے ملبوسات دکھا دکھا کر آپس میں رائے لے رہی تھیں، تم اپنی شادی کا شرارہ کیوں نہیں پہن رہی؟ ابھی وقت ہی کتنا ہوا ہے؟ یہ جملہ یقینی طور پر میری ساس کا تھا، ہماری ساس نے تو ہمیں پہلے بچے کی پیدائش تک ہر جگہ نتھ تک پہنوائی تھی سب مسکراتے۔

ای مگر اب شرارہ پہن کر میں لگوں گی کیسی؟ اتنی موئی ہو گئی ہوں سب کہیں گے کہ پانڈہ آرہا ہے۔ اشعر نے اندر داخل ہوتے ہوئے میری بات مکمل کی اور ایک تھہہ لگایا۔ لوخا مخواہ میری ساس بر امان گئیں ایسی صحت تو شادی کے بعد ہر بیاہتا کی ہونی چاہیے، ہمارے ہاں تو فخر کیا جاتا ہے کہ سرال کا پانی لگ گیا روپ گنا جاتا ہے۔ اشعر نے کشن پر اوندھے ہو کہ با قاعدہ بد ہضمی کی (بات ہضم نہ ہونے کی) ایئنگ شروع کر دی۔ آہم۔ آہم۔ تم چکپے رہواب کے انہوں نے براہ راست گھر کا۔

اچھا سب چھوڑیں پہلے یہ بتائیں کہ وہاں پر دے کا انتظام ہو گا نا؟ متوقع اندیشے کے پیش نظر میں نے پوچھا۔ ہاں ہاں! کیوں نہیں، ندیم ہے تو تمہارا بھتija مگر ہم

نے اسے بچپن سے پالا ہے وہ ہماری بات نہیں ٹالتا اور اس کی دلہن بھی۔ اتنی بات ضرور ہے کہ ہماری بات ہمیشہ مانتی ہیں، ان کیوضاحت پر میں مطمئن ہو گئی۔

چلیں! اچھا ہے۔ اصل میں نیر بجا بھی اور ان کے میکے والے ماڈرن ہیں اسی لیے پوچھ رہی تھی۔ اب دیکھیں ناں وہاں میرے علاوہ اور بھی بہت سی قربی رشتے دار خواتین پر دہ کرتی ہیں، میری بات سمجھ کر میری نند نے سر ہلایا۔ بجا بھی امی نے بات تو کی تھی اگر ندیم بھائی دوبارہ آئے تو ٹھیک ورنہ خاص طور پر فون پر یاد کرادیں گے میں اس پر بالکل مطمئن ہو گئی۔

رات سوتے ہوئے ہی دیر تک منصوبے بناتی رہی کہ کیا پہنا جائے؟ میک اپ کہاں سے کرایا جائے؟ اور حسین ترکیسے لگا جائے؟ گھر کی شادی ہو اور افراتفری نہ ہو، یہ ہو نہیں سکتا۔ صبح سے فیشن بلج یہاں تک کہ آخری دن بھی کوئی ایک میچنگ چیولری کے لیے روری تھیں، الہدا شارت نوٹس پر ایک مختصر شاپنگ ٹرپ ہی ضروری ہوا، اسی آپادھاپی میں میں نے پھر یاد دلایا کہ پر دے کا تو پوچھیں! تحقیق پر معلوم ہوا تو گویا ارمانوں پر اوس پڑی، حسب موقع مخلوط تقریب تھی، میں نے کہا: زور ڈالیں کہ اب بھی علیحدہ ہو سکتا ہے، آڈر دے دیں۔ جواب ملا: بہت بڑے ہال میں (منگنی) تقریب ہے اس لیے نہیں ہو سکتا۔ اس عذر لنگ پر میں بھنا گئی، ساری تیاری اور جوش و خروش دھرا کا دھرارہ گیا اور سے سر اوالوں کا اصرار وہاں تو زور چلا نہیں اور یہاں سارا زور صرف۔ بری بات ہو گی سب محسوس کریں گے، تم ایک طرف پر دہ کر کے بیٹھ جانا، اچھا ہم جائیں گے نہیں تو بری بات ہو گی اور وہ جو ہمارا باہر سے آنے کا بھی خیال نہیں کر رہیں، کیا تھا جو علیحدہ انتظام کر لیتے، میں کلس کر رہ گئی۔

کونے میں بیٹھنے کی بات نہیں، وہاں صرف مخلوط تقریب نہیں بلکہ جو گاتا یا میوزک بھی ہو سکتا ہے، ان کی روایات دیکھ کر میں نے خدشے کا اظہار کیا۔

نہیں نہیں! وہ سب مہندی مایوں پر ہو گیا، اب توہاں میں یہ نہیں ہو گا۔ چلی  
چلو یار! قریبی رشتہ داری ہے اب کے اشعر پیچ میں آئے (چلو بھی ان کی کسر رہ گئی  
تھی) قصہ مختصر! ان سب یقین دہانیوں کے ساتھ ہم میرج ہاں جا پہنچ۔

پردے والی تمام خواتین جو اس وقت صدر حی کرنے یہاں آئی تھیں، خود  
ہی بے چاریوں نے ایک نسبتاً کم روشنی والا کونہ ڈھونڈا اور بیٹھ گئیں۔ جب تک دلہن بی  
بی آئیں ان گناہ گار آنکھوں نے وہ مناظر دکھائے گویا کوئی انڈیں موسوی چل رہی ہو  
ملبوسات خاص طور پر لگتا تھا کہ خاص ہندوستان سے امپورٹ کرائے گئے ہیں ہم تو سمجھے  
کہ اسی پر بس ہو گی۔ مگر نہیں جناب اصل غوغاتو اس وقت ہوا جب دلہن آئی، یک ایک  
سارے ہاں کی بتیاں گل ہو گئیں اور اسپاٹ لائٹ میں دلہن ڈولی سے اتری، دھنے دھنے  
میوزک میں دولہا میاں نے آگے بڑھ کر انہیں باہوں سے تھاما اور باقاعدہ دونوں  
ریپ پر ڈانس کرتے آگے بڑھے۔ دلہن میں روایتی شرم و حیا تور ہی ایک طرف وہ تو  
ہالی ڈکی ادا کارہ بلکہ ماہر رقصہ بنی ڈانس کے اسٹپس لے رہی تھیں۔ مزید موسوی  
والے کی آوازیں اب دونوں قریب کھڑے ہو گئیں جی۔ آپ ان کا کاندھے پر ہاتھ  
رکھیں جی اب آنکھوں میں دیکھیں دونوں ایک دوسرے کی۔

دلہن کی دولہا کے ساتھ ریپ ماؤنگ ختم ہونے کے ساتھ امید تھی کہ  
بد تیزی کا طوفان تھم جائے لیکن۔۔۔ نہیں صاحب ابھی کچھ اور پھل جھریاں بھی  
تھیں۔ دلہن والوں کے استقبال کے لیے خود دلہن کی اماں بہنیں نہایت مشناقی سے  
لچکنے ملنکے لگیں نہ جھجک نہ شرم۔ ہو بھی کیوں آخر کو سب اپنے ہی تو تھے۔؟

شادی سے واپسی پر وہ رات میری یہی سوچتے کئی۔ ہم پوچھتے ہیں یہ زن لے یہ  
سیلا ب یہ آفیں ہم مسلمانوں پر کیوں نازل ہوتی ہیں؟ وہ خدا جو ہمیں اولاد جیسی نعمت  
دیتا ہے، اسے پروان چڑھاتا ہے، کڑیل جوان بناتا ہے، مناسب وقت پر جوڑ کار شتہ دیتا

ہے، اسی کے عطا کئے مذہب میں سے ایک حکم کی ادائیگی میں وہ حکم جو ایک نعمت بھی ہے (شادی) ایسی نافرمانی کیا ہمیں زیب دیتی ہے۔

لیکن افسوس آج کا مسلمان طاؤس درباب آخر کو سر پشت ڈالے میڈیا کے ذریعے باطل کے شکنجه اور جال میں پوری طرح گرفتار ہو گیا ہے، وہ سوچتا نہیں کہ ان کفار کو آخر ایسی کیا ہمدردی ہے کہ ہمیں بذریعہ کیبل دو دوسروپے فیس میں تمام چینلز مل رہے ہیں، جب کہ وہ ممالک آج بھی اپنے یہاں کے شہریوں کو بھاری ادائیگی پر ایک چینل کا خرید ار بنا تے ہیں اور وہ جبوراً پورا مہینہ اسی چینل کو دیکھتے ہیں۔

هم مسلمان ایک بار بھی نہیں سوچتے کہ وہ ملک جہاں آٹا، دال، چینی، چاول اور بنیادی ضروریات انسان کی قوت خرید سے باہر ہو رہی ہیں، آخر کیا بات ہے جو برائی کو پھیلانے والے اداروں نے اپنی ماہانہ آمدنی کو بڑھانے کا فیصلہ نہیں کیا۔

جب رات سونے سے پہلے بے حیائی کے مناظر دیکھے جائیں اور صحیح اٹھتے ہوئے ذکرِ الٰہی چھوڑ کر دن کا آغاز گانے بجانے سے کیا جائے، تو ایک دن یہی ہو گا یہی ہو گا کہ مائیں جوان بچوں کے سامنے ناچیں گی اور جوان بھائی بہنوں کو ٹھککے لگانے پر خود داد دیں گے۔

پھر جب ایسا ہو گا تو سیلا بوس کو آنے سے کون روکے گا؟ زمین پر پے در پے زلزلے اور طوفان کیوں نہیں گے؟ خدا کے قہرو غضب کو دعوت دے کر ہم خود کو کیسے بچایا نہیں گے؟ اور۔۔۔ کب تک صدرِ حجی کے نام پر رشتہ داروں کے خوف سے ان کے کھلے عام منکر پر ہم نکیر کرنے کے بجائے ان کی تقریبات میں شریک ہو کر خود کو یہ دھوکہ دیتے رہیں گے کہ خدا غفور رحیم ہے معاف کر دے گا۔

خدارا سوچیے اور توبہ کریں قبل اس کے کہ سورج مغرب سے نکلے اور توبہ کا دربند ہو جائے یاروح شہ رگ تک جا پہنچ اور معافی مانگنے کا کوئی فائدہ نہ رہے۔

## اسلام..... امن کا علمبردار

**کھجور..... مولانا محمد اشfaq ندیم**

یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ جب بھی کوئی داعی حق کھڑا ہوا تو اس کی مخالفت کرنے میں سرمایہ دار اور با اقتدار لوگ پیش پیش رہے ہیں، حق کی مخالفت کرتے رہے اور ہمیشہ اہل حق کے استیصال کی کوشش کی، مگر وہ جماعت قدسیہ داعی حق پیکر امن و امان اور غریبوں کے سہارا ان ظالموں کے ظلم و ستم اور جبر و تشدد کو برداشت کر کے بھی بھولے بھٹکے اور مگر اہوں اور ناشناسان خدا کو خدا سے ملانے کے لیے کوشش رہے ان کے رات دن انہیں کی فکر میں کٹتے رہے مگر ان کا مخالف طبقہ خدا اور اس کے رسولوں کے باغی بن کر شقاوت و بد بختی کی وادیوں میں بھٹکتے رہے اور یہی لوگ تھے جو غریبوں کا گلہ دباتے رہے اور ان کا خون چوتے رہے ان کی حق تلفی کرتے رہے غریب بے چارے ان کے ظلم کی چکلی میں پتے رہے۔

لیکن جو بھی اللہ کی طرف سے داعی حق بن کر آیا اس نے غریبوں کو ان کے حقوق دلانے کی پوری کوشش کی، سرمایہ داروں کے پنجے سے اور ان کے ظلم و ستم سے نجات دلانے کی کوشش کی چونکہ سرمایہ دار خوب سمجھتے ہیں کہ یہی وہ دین اور مذہب ہے جو ہماری من مانی پر پانی پھیر دے گا اور امیر و غریب کو ایک صفائی میں لا کر کھڑا کر دے گا، حاکم و حکوم آقا و غلام، مالک و مملوک سب کے لیے ایک ہی قانون پیش کر کے ان کی قانونی حیثیت یکساں کر دے گا۔ غریبوں پر ان کے دست درازیاں ختم ہو جائیں گی، وہ جانتے تھے کہ یہی وہ قانون خداوندی ہے کہ اگر ایک وقت میں غریب کو حاکم کے سامنے آنے پر مجبور کرتا ہے تو امیر بھی اس سے مستثنی نہیں ہو سکتا، اگر غلام دربار میں مجرم بن کر سزا پاتا ہے تو آقا کو بھی معاف نہیں کرتا اگر عدالت میں حکوم کو گھٹنے

ٹیک کر بیٹھنا پڑتا ہے تو حاکم بھی اس کی نظر میں اسی سلوک کا مستحق ٹھہرتا ہے، اس لیے سرمایہ داروں نے سرمایہ داری اور با اقتدار طبقہ نے اپنے اقتدار کو باقی رکھنے کے لیے ہمیشہ اہل حق کی مخالفت کی ہے اور غریب پر برابر ظلم کرتے رہے۔

ہمیشہ اہل حق ہی غریبوں کا سہارا بنتے رہے اور ان کو ظالموں اور خونخوار درندوں کے ظلم سے نجات دلاتے رہے، چونکہ غریب بھی اس حقیقت کو جانتے تھے کہ ان کے دکھوں کا مداوا اگر کوئی ہے تو وہ یہی ”قانون خداوندی“ ہے۔ دنیا کے مظلوموں کو ان کے حقوق دلانے والا قانون ”اسلام“ ہے۔ اگر ان کے حقوق کی حق تلفی کرنے والوں کو چیلنج کرتا ہے ان کو تہہ وبالا کر دیتا ہے ان کو کچل دیتا ہے اور ان کو بھنجوڑتا ہے تو وہ یہی قانونِ الٰہی ہے، غریب ہمیشہ اس میں اپنی نجات سمجھتے رہے۔ چنانچہ تاریخ گواہ ہے کہ سب سے پہلے اور سب سے زیادہ ان حق کے داعیوں کی صدا پر لبیک کہنے والے یہی غریب لوگ تھے اور مخالفت کرنے والے سرمایہ دار اور با اقتدار لوگ تھے۔

قرآن کریم نے تاریخ کے اس وسیع حصے کو محفوظ کر رکھا ہے آپ کسی بھی برحق پیغمبر کا واقعہ اٹھا کر دیکھ لیں انبیاء کرام علیہم السلام نے آکر دعوت دی تو مخالفت کرنے والے یہی سرمایہ دار اور با اقتدار لوگ تھے، اور جب آقا نامدار صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو اس وقت بھی غریب اور غلام؛ امیر اور آقا کی ظلم کی چکی میں پس رہے تھے، ان کی حق تلفی ہو رہی تھی اور ان کے حقوق دبائے جا رہے تھے امیروں نے ان کا خون خشک کر رکھا تھا اور وہ امیروں کے ظلم و ستم جبراً تشدید کا نشانہ بنے ہوئے تھے بلکہ غلاموں اور غریبوں پر ظلم کرنا اپنا مشغله سمجھتے تھے، چند امراء جمع ہو جاتے اور سامنے غلام کو کھڑا کر کے نیزہ مارتے جب اس کو نیزہ لگتا وہ مجھلی کی طرح ترپتا تو یہ ظالم ہنسنے اور اپنادل بہلاتے اور خوش ہوتے یہ ان کا تفریجی مشغله تھا۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ آپ علیہ السلام نے آکر ان دو طبقوں میں سے کس کا ساتھ دیا اور اسلام کے آنے کے بعد ان میں سے کون سلطنتی تھا جو محفوظ ہو گیا؟ تاریخ گواہ ہے کہ آپ علیہ السلام نے غریبوں کا ساتھ دیا غریبوں جیسے بن کے رہے اور اپنی اولاد کو غریبوں کے ساتھ ملایا اور پھر جب خطوط کے ذریعے سے بادشاہوں کو دعوت اسلام دینا شرع کی تو آپ نے قیصر روم کو جس کا نام ہر قل تھا اس کو بھی دعوت نامہ بھیجا۔ اسلام تسلیم اسلام لے آ، نجج جائے گا، دنیا و آخرت کی بھلائی اس میں ہے یوتیک اللہ اجرک مرتبین، (دوہر ااجر ملے گا اپنے ایمان لانے کا اور عوام کے ایمان لانے کا) اور اگر تم نے روگردانی کی اسلام نہ لایا تو یاد رکھو کہ تیرے اوپر دگناہ بوجھ ہو گا تیرا بھی اور تیری رعایا کا بھی۔

آج کے دور میں تو مور خین بھی یہ بات ماننے پر مجبور ہو گے کہ اگر کوئی نجات کا ذریعہ ہے تو وہ اسلام ہی ہے۔ چنانچہ ”اللہ لا جیت رائے“ لکھتا ہے:  
میں مذہب اسلام سے انس رکھتا ہوں۔

گاندھی جی کا یہ قول بھی دیکھ لیجیے:  
اسلام کا مطالعہ کرنے والا اس کا قائل ہو جائے گا۔

جانج بر بورڈ شاہر قم طراز ہیں:

مستقبل اسلام کا ہے، آنے والے سو سال میں ہماری دنیا کا مذہب اسلام ہو گا  
مگر یہ موجودہ زمانے کا اسلام نہ ہو گا بلکہ وہ اسلام ہو گا جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں لوگوں کے دلوں دماغوں اور روحوں میں جا گزیں تھا۔

بر گرو نج تحریر کرتے ہیں: اسلام قبل فخر مذہب ہے۔

فادرو لیم اعتراف کرتے ہیں: اسلام امن کا مذہب ہے۔

# خواجہ فرید الدین گنج شکر رحمہ اللہ

مولانا محمد طارق نعمان  
کھجور

اللہ والے وہ ہوتے ہیں جنہیں دیکھ کے اللہ یاد آ جاتا ہے ان کے کام اور مقام کو اللہ پاک بلند کر دیتا ہے وہ دنیا میں ہوتے ہیں تو ان کے چاہئے والے انہیں بلندیوں میں دیکھتے ہیں اور جب دنیا سے جاتے ہیں تو وہ چاہئے والوں کے دلوں میں رُس بس جایا کرتے ہیں ان ہی اللہ والوں میں ایک عظیم ولی، صوفی باصفا، عظیم شاعر و عظیم روحانی شخصیت جناب حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ ہیں ان کی زندگی پہ ہی صرف اگر لکھا جائے تو ایک خنیم کتاب بن سکتی ہے آئیے گلشن گنج شکر کی سیر کرتے ہیں۔

جناب فرید الدین گنج شکر کا اصل نام مسعود اور لقب فرید الدین تھا۔ فرید الدین رحمۃ اللہ علیہ بغیر کسی شک و شبہ کے پنجابی ادب کے پہلے اور پنجابی شاعری کی بنیاد مانے جاتے ہیں۔ فرید الدین رحمۃ اللہ علیہ کا شمار بر صغیر کے مشہور بزرگوں میں ہوتا ہے جنہوں نے اسلام کی شمع جلالی اور صرف ایک اللہ وحدہ لا شریک کی دنیا کو پہچان کروائی۔ انہوں نے زندگی بھر قرآن و سنت کے پرچم کو بلند رکھا، اوصاف حمیدہ اور اخلاق کریمہ کا ایک سنہری باب آپ کی زندگی کے ساتھ منسلک ہے

بابا فرید 29 شعبان المعتشم 569ھ کو ملتان کے ایک قصبے کھوتووال میں پیدا ہوئے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ ان کے آبا اجاد اکا بل کے فرخ شاہ کی اولاد میں سے تھے۔ سیر العارفین کے مصنف حامد بن فضل اللہ جمالی کہتے ہیں کہ بابا فرید کے والد شیخ شعیب سلطان محمود غزنوی کے بھانجے تھے جو شہاب الدین غوری کے زمانے میں ملتان کے قصبہ کھوتووال میں آ کر آباد ہوئے۔ بعض روایات کے مطابق ان کے دادا ہجرت

کر کے لاہور آئے اور اس کے بعد کچھ وقت قصور میں گزار کر کھو توال چلے گئے۔ کچھ روایات کے مطابق آپ کا سلسلہ خلیفہ دوم حضرت عمر کے ساتھ جاتا ہے۔ آپ کے دو بھائی عزیز الدین اور نجیب الدین تھے۔

### شجرہ نسب:

حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ بن حضرت شیخ جمال الدین سلیمان بن شیخ محمد شعیب بن شیخ محمد احمد بن شیخ محمد یوسف بن شیخ شہاب الدین فرخ شاہ کاملی بن شیخ نصیر الدین محمود بن شیخ سلیمانی ثانی بن شیخ مسعود بن شیخ عبد اللہ واعظ الاصغر بن شیخ ابو الفتح واعظ الاکبر بن شیخ اسحاق بن شیخ ابراہیم بن ادھم بن شیخ سلیمان اول بن شیخ منصور بن شیخ ناصر بن حضرت شیخ عبد اللہ رضی اللہ عنہ بن امیر المؤمنین خلیفہ ثانی، مرادر رسول ﷺ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ۔

### ازدواجی زندگی:

حامد بن فضل جمالی کا کہنا ہے کہ بابا فرید نے پاکپتن میں ہی شادی کی حالانکہ بعض تاریخی حوالوں کے مطابق وہ ولی میں بادشاہ ناصر الدین محمود کے دربار میں گئے جہاں بادشاہ نے اپنی بیٹی کی شادی ان سے کر دی۔ لیکن بعد میں ہونے والے واقعات سے پتا چلتا ہے کہ فرید الدین رحمہ اللہ نے اپنے طبقے میں ہی شادی کی تھی۔ آپ رحمہ اللہ کے 5 صاحبزادے اور 3 صاحبزادیاں تھیں۔

### صاحبزادے:

- ④ شیخ شہاب الدین المعروف گنج عالم رحمۃ اللہ علیہ
- ④ خواجہ بدرا الدین سلیمانی رحمۃ اللہ علیہ
- ④ خواجہ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ

- ◎ خواجہ محمد یعقوب رحمۃ اللہ علیہ  
◎ خواجہ نصیر الدین نصر اللہ رحمہ اللہ

### صاحبزادیاں:

- ◎ بی بی مستورہ رحمۃ اللہ علیہا  
◎ بی بی شریفہ رحمۃ اللہ علیہا  
◎ بی بی فاطمہ رحمۃ اللہ علیہا

### چشتیہ سنگت:

بابا فرید ملتان میں منہاج الدین کی مسجد میں زیر تعلیم تھے جہاں ان کی ملاقات جناب بختیار کا کی اوٹی سے ہوئی اور وہ ان کی ارادت میں چلے گئے۔ اپنے پیر و مرشد کے حکم پر میں الا قوامی اور سماجی تعلیم کے لیے قدھار اور دوسرے شہروں میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد دلی پہنچ گئے۔

پیر و مرشد کی وفات پر ان کو چشتیہ سنگت کا سربراہ بنایا گیا۔ وہ معین الدین چشتی اور قطب الدین بختیار کا کی کے بعد اس کے تیرے سربراہ تھے۔ اور حضرت محبوب الہی خواجہ نظام الدین اولیا کے مرشد تھے۔

### پاکستان فرید الدین عَلِیٰ کا مسکن:

کہا جاتا ہے کہ ان کو دلی کی شان و شوکت ہرگز پسند نہ تھی جس کی وجہ سے وہ پہلے ہانسی اور پھر اجودھن یا پاک پتمن میں ڈیرہ نشیں ہو گئے۔ لیکن کچھ روایات کے مطابق دلی اور اس کے گرد و نواح کی چشتیہ اشرافیہ ملتان کے ایک قصبائی نوجوان کو سربراہ ماننے کو تیار نہ تھی اور ان کے خلاف ساز شیں ہو رہی تھیں جس کی وجہ سے وہ پاکستان تشریف لے گئے۔ شاید دونوں باتیں ہی درست ہوں کہ ان کے خلاف

ساز شیں بھی ہوں اور ان کو اپنے دلیں کی عوامی زندگی بھی پسند ہو۔

پاکپتن اس زمانے میں تجارتی شاہراہ پر ایک اہم مقام تھا۔ دریائے ستھ کو یہیں سے پار کیا جاتا تھا۔ یہ بات حادثاتی نہیں ہے کہ پنجابی کے دوسرے کلاسیکی دانشوروں نے تجارتی مقامات پر زندگی گزاری جہاں ان کو دنیا کے بارے میں اطلاعات ملتی رہتی تھیں۔ بہت سی تاریخی دستاویزات سے پتا چلتا ہے کہ بہت سے عالم دور دراز سے گرائم اور زبان دانی کے مسائل حل کرنے کے لیے بابا فرید کے پاس پاکپتن آتے تھے۔

### خیشت الہی اور بابا فرید:

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو تو آپ کے چہرے کارنگ متغیر تھا اور سر برہنہ تھا، جگرے میں والہانہ طور پر ٹھہل رہے تھے اور یہ شعر پڑھ رہے تھے (فوانیں الغواد)

خواہم کہ ہمیشہ در وفاتے توزیم  
خاکے شوم ، و بزر پائے توزیم  
مقصود خستہ ز کونین توئی توزیم  
از بہر تو میرم از بہر توزیم

ترجمہ: میری آرزو ہے کہ ہمیشہ آپ کی وفادار میں زندہ رہوں اور آپ کی خاک پابن کر آپ کے پاس رہوں، اس خستہ حال کا کائنات میں مقصود صرف آپ ہیں۔ آپ ہی کے لیے مرنا اور جینا ہے۔

یہ شعر پڑھ کر آپ اپنا سر سجدہ میں رکھ دیتے، پھر اٹھ کر ٹھہنا شروع کر دیتے اور یہ شعر پڑھتے ہوئے پھر سجدہ ریز ہو جاتے۔

## فرائیں خواجہ فرید الدین:

بابا فرید الدین کنگھ شکر رحمۃ اللہ علیہ کے چند فرائیں کو قرطاس پہ لایا جاتا ہے۔

- ★ انسانوں میں رذیل ترین وہ ہے جو کھانے پینے اور پہنچنے میں مشغول رہے۔
- ★ جو سچائی جھوٹ کے مشابہ ہو اسے اختیار مت کرو۔
- ★ نفس کو اپنے مرتبہ کے لئے خوارنہ کرو۔
- ★ اگر تم بزرگوں کا مرتبہ چاہتے ہو تو بادشاہوں کی اولاد سے دور رہو۔
- ★ جب کوئی مومن یہاں ہوتا سے معلوم ہونا چاہیے کہ یہ یہاں اس کے لئے رحمت ہے۔ جو گناہوں سے اس کو پاک کرتی ہے۔
- ★ دوریش فاقہ سے مر جاتے ہیں مگر لذت نفس کے لئے قرض نہیں لیتے۔
- ★ جس دل میں اللہ کا ذکر جاری رہتا ہے وہ دل زندہ ہے اور شیطانی خواہشات اس پر غلبہ نہیں پاسکتیں۔
- ★ وہ شے یہیں کی کوشش نہ کرو جسے لوگ خریدنے کی خواہش نہ کریں۔
- ★ اچھائی کرنے کے لئے ہمیشہ کسی بہانے کی تلاش میں رہو۔
- ★ دوسروں سے اچھائی کرتے ہوئے سوچو کہ تم اپنی ذات سے اچھائی کر رہے ہو۔
- ★ ہر کسی کی روٹی نہ کھا بلکہ ہر شخص کو اپنی روٹی کھلا۔
- ★ وہ لوگ جو دوسروں کے سہارے جینے کا رادہ رکھتے ہیں، وہ تسائل پرست، کم ظرف اور مایوس ہوتے ہیں۔
- ★ اطمینان قلب چاہتے ہو تو حسد سے دور رہو۔

## گھر گھر میں آگ:

پاکستان کی عوامی زندگی بھی کوئی آسان نہ تھی کیونکہ وہاں ایک قاضی موجود

تحاوج ہر طرح سے ان کو تکالیف پہنچانے پر تیار رہتا تھا۔ اس کے اکسانے پر لوگ آپ کی اولاد کو اذیت پہنچاتے تھے لیکن فرید الدین رحمۃ اللہ علیہ کچھ زیادہ توجہ نہ دیتے تھے۔ قاضی نے کسی کو دے دلا کر تیار کیا کہ وہ فرید الدین رحمۃ اللہ علیہ کو دوران عبادت ختم کر دے لیکن اس کا یہ منصوبہ بھی ناکام ہو گیا۔

ان مشکلات کے باوجود بابا فرید نے زندگی کو ذاتیات سے بالاتر ہو کر عوام کے دکھوں کے حوالے سے دیکھا۔

میں جانیا دکھ مجھی کو دکھ سمجھائے جگ  
اپے چڑھ کے ویکھیا گھر گھر ایہو اگ

ترجمہ: میں سمجھا تھا کہ دکھ صرف مجھے ہی ہے لیکن دکھ تو سارے جہاں کو ہے۔ اور پر چڑھ کر دیکھا تو پتا چلا کہ گھر گھر یہی آگ سلگ رہی ہے۔

بابا فرید کی عوام کے ساتھ ذاتی اور نظریاتی دونوں ہی اعتبار سے محبت اور پیار تھا۔ وہ کہتے ہیں۔

فریدا خالق خلق میں، خلق وسے رب مانہہ  
مندا کس نوں آکھیے، جاں تسلیم کوئی نانہہ

ترجمہ: فرید اخدا مخلوق میں اور مخلوق خدا میں جاگزین ہے۔ کس کو برآ کہیں جب تمہارے بغیر کوئی نہیں ہے۔

فریدا خاک نہ نندیئے خاکو جبڈ نہ کوئے  
جیوندیاں پیراں تھلے، مویاں اپر ہوئے

ترجمہ: فرید اخاک کی نادری نہ کرو کیونکہ زندگی میں پاؤں اس پر کھڑے ہوتے ہیں اور مرنے پر یہ اور سے ڈھانپتی ہے۔

ایک نایاب جملہ:

خواجہ فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کے صحن میں ایک ٹیلہ ہے  
اس پر ایک نایاب جملہ لکھا ہوا ہے جس میں سارے حروف تہجی موجود ہیں ”ذار اسی  
ژالہ باری چاندی کے ڈھیروں کی مثل بڑے غضب کا نظارہ دیتی ہے“

اپنی ماں کے قدموں میں:

ایک مرتبہ فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ اپنی ماں کے پاس آئے قدموں میں  
بیٹھ گئے اور پاؤں دبانے لگے اور ساتھ ہی کہنے لگے کہ اماں جان! اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ  
یہ کرامات عطا فرمائی ہیں۔ میں دریا پہ جاتا ہوں اللہ راستہ بنادیتا ہے، میں ریت اور مٹی پر  
اللہ کا نام لیتا ہوں تو اللہ پاک اسے شکر بنادیتا ہے، اللہ کی ساری خلوق میرا احترام کرتی  
ہے، ماں نے کہا بیٹے! یہ سب کرا متنیں میری ہیں۔

فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: امی جان وہ کیسے؟

ماں نے کہا: میرے نورِ نظر! میں نے دوسال آپ کو دودھ پلا یا اللہ پاک کے  
فضل و کرم سے میں نے کبھی بھی آپ کو بے وضود و دھن نہیں پلا یا: میں ہمیشہ آپ  
کو باوضود و دھن پلاتی اور دودھ پلاتے وقت ساتھ ساتھ قرآن کی تلاوت بھی کرتی رہی۔

بابا فرید الدین رحمۃ اللہ علیہ ماں کے قدموں میں گرپڑے اور کہا اماں جان  
میرا وجود میرے اعزازات یہ سب آپ ہی کی کرامت ہے، سچ کہاچ کہنے والوں نے  
”ماں کی دعا، جنت کی ہوا“ دنیا میں جتنے بڑے لوگ ہیں بتمول حضرت بابا فرید الدین گنج  
شکر رحمۃ اللہ علیہ کے سب کی عظمت و شان میں ماں کا بہت بڑا تھا ہے

نماز تو ایک بہانہ تھا:

حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کا وقت آخر آیا تو عالمت شدید

ہو گئی حتیٰ کہ عشاء کی نماز کی ادائیگی کے دوران بیہوش ہو گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد ہوش آیا تو پوچھا کیا میں نے عشاء کی نماز مکمل کر لی ہے؟ عقیدت مندوں نے عرض کیا ہے شک۔ آپ نے فرمایا پتہ نہیں بیہوشی کی وجہ سے کوئی رکن پورا ادا نہ ہوا ہو، دوبارہ پڑھ لوں۔ چنانچہ آپ نے دوبارہ پڑھی۔ پھر بیہوش ہو گئے اسی طرح آپ کے ساتھ تین دفعہ ہوا۔ دراصل نماز تو ایک بہانہ تھا وصالِ دوست کے لیے، محبت کا انہصار تھا حاضری دربار کے لیے۔

### آخری لمحات:

علالت کے دوران آپ رحمة اللہ علیہ نے فرمایا کہ جس کی خاطر تمام مخلوقات پیدا کی گئی اور جس کی دوستی کی خاطر اللہ پاک نے اپنی سلطنت ظاہر کی اسے اس جہاں سے اٹھایا گیا ہم تم کس لگنی میں ہیں۔ پس ہمیں بھی مرد ہی شمار کرنا چاہیے۔ ہاں البتہ تو شہر آخرت کی فکر کرنا ضروری ہے اور غفلت میں مشغول نہیں ہونا چاہیے تاکہ قیامت کے دن شرمندگی نہ اٹھانی پڑے۔

آپ نے اپنے مریدوں کو کہا کہ مجھے کچھ دیر کے لیے تنہا چھوڑ دو۔ چنانچہ سبھی لوگ چلے گئے، کچھ دیر کے بعد حجرہ سے آواز آئی ”اب دوست، دوست سے ملے گا“ چنانچہ اسی کیفیت بے خودی واشتقاں میں 93 سال کی عمر پا کر 5 محرم الحرام 664ھ میں اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

کوئی بن گیارونق پکھیاں دی، کوئی چھوڑ کے شیش محل چلیا  
کوئی پلیانا زتے نخزیاں وچ، کوئی ریت گرم دے تھل چلیا  
کوئی بھل مقصد آون دا، کوئی کر کے مقصد حل چلیا  
اتھے ہر کوئی ”فرید“ مسافر اے، کوئی اج چلیا کوئی کل چلیا

## یتیم

**کھھ..... مولانا امان اللہ حنفی**

انکل! آج میں نے اسکوں کی فیس لے کر جانی ہے۔

یہ کہنے کی دیر تھی اور اس کے منہ پر طمانچہ لگا۔

اشفاق غصہ کی وجہ سے آپ سے باہر ہو گیا کیونکہ وہ یوسف سے تنگ آچکا تھا، میں نے کتنی بار کہا کہ مجھ سے خرچ نہ مانگا کرو! پھر تم مجھے کیوں تنگ کرتے ہو، اپنی منحوس شکل لے کر دفع ہو جاؤ! میرے سامنے سے۔

مگر یوسف اپنی جگہ کھڑا رہا اس کے رخساروں ٹپ ٹپ آنسو گر رہے تھے اور وہ زار و قطار روئے جا رہا تھا۔

اشفاق ایک بار پھر غصے میں یوسف کو دیکھتے ہوئے کہاں چلے جاؤ! میرے سامنے سے۔ یوسف روتے ہوئے بولا: انکل! سر مجھے ہفتے سے روزانہ فیس نہ لے کر آنے کی وجہ سے سزا دیتے ہیں۔

انکل! کیا میرا قصور یہی ہے کہ میرے والدین اللہ کو پیارے ہو گئے۔

انکل! کیا مجھے اس جرم کی سزا مل رہی ہے کہ میں ”یتیم“ ہوں۔

انکل! اگر آپ کے پاس مجھے دینے کے لیے 50 روپے فیس نہ تھی تو آپ نے بھری محفل میں یہ نہ کہا ہوتا کہ یوسف آج کے بعد اشفاق کا بیٹا ہے بلکہ مجھے یا تو کسی اور چاچو کے پاس رہنے دیتے یا پھر مجھے اس جرم کی سزا نہ دو (اب یوسف روتے ہوئے اپنی بات انکل سے چاچو تک لے آیا تھا)

چاچو! ایک وقت تھا کہ جب آپ میرے بغیر کھانا نہ کھاتے تھے، جب آپ کام سے واپس آتے تھے، آپ کو اس وقت تک سکون نہیں آتا تھا جب تک آپ

میرے گال پر بیمار نہ کر لیتے اور بد لے میں مجھے بھی کہتے تو بھی تو بیمار دے۔ آپ رات کو اس وقت تک نہیں سوتے تھے جب تک میں آپ کے بیٹ پر بیٹھ کر کھلیل نایتا تھا۔ اس سارے معاملے کی وجہ یہ ہے کہ آپ مجھے پیار کرتے تھے، جب تک آپ کا بیٹا مشتاق پیدا نہیں ہوا تھا، اس کے پیدا ہوتے ہی آپ نے مجھ سے طوطے کی طرح آنکھیں پھیری۔ جو آپ کے دل میں میری محبت تھی وہ صرف ختم ہی نہیں بلکہ نفرت میں بدل گئی۔

اسی کے ساتھ پٹانخ پٹانخ کی دو تین بار پھر آواز کہ چاچو اشفاق اپنے سمجھتے کی گال پر دو تین طما نچے پھر رسید کر چکے تھے۔  
جب تمہیں کہا ہے کہ میرے سامنے سے دور ہو جاؤ زیادہ زبان چلانے کی ضرورت نہیں ہے۔

میں تیری زبان سمجھنے لوں گا یہ کہتے ہوئے ایک اور زور دار تھپڑ رسید کیا۔ چل اپنے کپڑے اٹھا اور میں تجھے کسی مدرسہ میں داخل کر اتا ہوں یہ کہتے ہوئے یوسف کو کمرے کی طرف دھکا دیا۔

یوسف بھی ان کے رویے سے تنگ آچکا تھا، اس نے روتے ہوئے غصے کی حالت میں ضروری چیزیں لیں اور باہر نکل آیا۔ مدرسہ اشفاق کے گھر سے 20 کلو میٹر کے فاصلے پر تھا۔

اشفاق؛ یوسف کو مدرسے چھوڑ آیا۔

وقت گزر تارہا۔ صبح و شام ڈھلتے رہے۔ نہ کبھی یوسف نے اپنے بچا کے گھر آگر بچا کا دل دکھانے کا سوچا اور نہ بچانے کبھی یہ سوچا کہ جا کر اپنے منہ بولے بیٹھ کر مل آئے۔

ہاں اتنا ضرور تھا کہ جب بھی چھٹیاں ہوتی تو یوسف ایک خط لکھتا اپنے بچا کے

نام اور اس میں لکھتا ابو جی میری چھٹیاں ہو گئی ہیں اگر مناسب سمجھو تو مجھے مدرسہ سے  
گھر لے جاؤ کیونکہ چھٹیوں میں مدرسہ بند ہو جائے گا، مگر اشفاق نہ جاتا اور نہ جانا تھا۔  
یوسف اپنے استاد کے ہاں چھٹیاں گزار لیتا دوسرا طرف اشفاق نے اپنے  
بیٹے مشتاق کو اپنے اسکول میں داخل کروادیا خود صبح اسکول چھوڑنے جاتا اور واپس بھی  
خود ہی لے کر آتا۔

وقت کا پر ندہ اڑتارہا اور خدا کرنا ایسا ہوا کہ مشتاق بری صحبت کی وجہ سے  
گبڑتا چلا گیا جس وقت مشتاق نویں کلاس میں پہنچا پھر تو پہلے رات کو دیر سے گھر آنا  
شروع ہوا مال باب کچھ کہتے ہیں تو ان سے لڑنا شروع ہو جاتا تھا۔

پھر راتوں کو بھی غائب رہنا شروع ہو گیا، کبھی گھر آجاتا بھی نہ آتا ساری  
ساری رات اپنے برے دوستوں کے ساتھ بیٹھ کر بے ہود و یڈیوز دیکھتا، پڑھائی کی  
طرف سے بالکل صفر ہو گیا۔ اسکول جانا بھی چھوٹ چکا تھا، اب تو گھر بھی بھی آتا  
اور کھانا کھاتا اور پیسے لیتا اور نکل جاتا پھر مشتاق کہاں ہے اور کیا کر رہا ہے؟ کسی کو کچھ  
علم نہ ہوتا تھا۔ اشفاق کی پریشانی برابر بڑھتی جا رہی تھی کہ آخر کرے تو کیا کرے؟  
ہر وقت ذہن پر ایک ہی بات سوار رہتی کہ بڑھاپے میں میرا سہارا کون بنے گا؟ اب تو  
نوہت یہاں تک جا پہنچی تھی کہ پولیس بھی مشتاق کی تلاش میں عموماً گھر کا چکر لگاتی کہ  
فلان جگہ کی چوری میں فلاں جگہ ڈاکے میں مشتاق بھی ملوث ہے۔ ایک مرتبہ اشفاق  
انہی سوچوں میں گم تھا کہ اچانک کسی نے دروازے پر دستک دی۔ اشفاق بو جھل  
قدموں کے ساتھ دروازے تک گیا کہ کہیں پولیس نہ ہو مگر آگے کیا دیکھتا ہے باہر دو  
شخص کھڑے ہیں جن کے سروں پر عمامے تھے اور وہ دونوں سفید لباس زیب تک کیے  
ہوئے تھے۔ دروازہ کھلتے ہی ایک نوجوان نے سر جھکالیا اس کی آنکھوں میں آنسو جاری  
تھے اور آگے بڑھ کر اشفاق کے گلے گلے اور ساتھ ساتھ کہہ رہا تھا: ابو جی میں آپ کو

منانے آیا ہوں! ابو جی اللہ کے لیے مجھے معاف کر دیں۔ ابو جی! اس بھری دنیا میں میرے صرف آپ ہی ہیں۔ یہ الفاظ مشتاق کے نہیں بلکہ اس کے منہ بولے بیٹھے یتیم یوسف کے تھے۔ اشفاق کے پاس کہنے اور بولنے کے لیے الفاظ نہیں تھے، وہ صرف یوسف کے جواب میں روہی سکتا تھا، بے چارہ حالات کامرا ہوا اشfaction کہتا بھی تو کیا کہتا؟ جس بیٹھے پر ناز کرتا تھا آج اس کا پتہ بھی نہیں تھا کہ وہ کہاں ہے اور کیا کر رہا ہے؟

ابو جی! کل میری اختتام بخاری ہے اور میں چاہتا ہوں کہ آپ اس تقریب میں ضرور تشریف لا سکیں، اور ہاں ابو جی یہ میرے استاد محترم مولانا محمد ارشد ہیں، مولانا محمد ارشد صاحب نے بھی کہا: محترم! کل آپ نے ضرور آنا ہے، آپ کے بیٹھے کی تقریب دستار بندی ہے۔ اشfaction دس گیارہ سال کے بعد دوبارہ اس مدرسہ میں آیا تھا۔ اب تو مدرسہ بھی کافی ترقی کر چکا تھا، یہاں پر پڑھنے والے بچوں کا سفید یونیفارم تھا، نورانیت ان کے چہروں سے ٹپک رہی تھی، یہ وہ بچے تھے جنہوں نے مدرسے کے ماحول میں رہ کر جہاں دینی تعلیم حاصل کی تھی وہیں پران کی اخلاقی تربیت بھی خوب ہوئی تھی۔ بڑوں کا ادب و احترام، چھوٹوں سے شفقت اور اساتذہ کی اطاعت گزاری۔ مدرسہ کا یہ سہانہ ماحول اشfaction کی آنکھوں کو خیرہ کر رہا تھا، وہ سوچوں میں گم تھا کہ اچانک اس کی سماعتوں سے ”محمد یوسف“ کے الفاظ نکل رائے۔ اسے یوں لگا جیسے وہ سکتے سے باہر آگیا ہو۔ اشfaction کی خوشی دیدنی تھی، اشfaction خوشی سے آنسو بہارہاتھا اور وہ یوسف سے کس قدر خوش تھا اس کا اندازہ لگانا بھی مشکل ہے۔ اختتام تقریب پر سب ایک دوسرے کو مبارک دے رہے تھے، اشfaction کو خود کو سنبھالتے ہوئے آگے بڑھا اور یوسف کی پیشانی پر بوسہ دے کر مبارک باد دینے لگا۔ مبارک ہو بیٹا آپ نے اپنی دنیا بھی بنالی اور آخرت بھی۔ بیٹا بتاؤ آپ کو چھٹی کب ہو گی؟ میں آپ کو لینے آجائوں گا۔ جواب میں یوسف جو کافی دیر سے ضبط کیے ہوئے تھا فوراً اشfaction کے گلے لگ گیا۔

## حقيقی سکون

بھر.....بنت منظور احمد، لودھراں

اللہ تبارک و تعالیٰ نے دو روشنیاں بنائی ہیں، ایک عارضی اور دوسرا مسْتقل۔ جو عارضی روشنی پسند کرے وہ مسْتقل سے محروم رہے گا اور جو مسْتقل حاصل کرنے کی فکر رکھتا ہو اس کے دل میں عارضی کی فکر ہی ختم ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف الخلوقات ہونے کا خوب صورت اعزاز بخشنا ہے، انسان و جنات کو رہنے کے لیے خوبصورت کائنات عطا فرمائی۔ انسان کو اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا۔

اس کے لیے کائنات کو طرح طرح کی خوبصورت چیزوں سے سجا�ا، ہر طرح کی نعمت عطا فرمائی، علم و ہنر سے نوازا، عقل و دانش عطا کی اور روحانی و جسمانی سکون کے لیے جوڑے پیدا کیے۔ غرض اس دنیا کو ہر طریقے سے بہت عمدہ سجا�ا، اتنا کے جس کی جتنی تعریف کی جائے کم ہے، اس لیے کہ بندہ میری دی ہوئی نعمتوں سے لطف اندوں ہو اور اپنے رب کا شکر گزار بن جائے۔

لیکن افسوس! کیونکہ آج کا انسان دنیا میں اس قدر مگن ہے کہ اسے یاد ہی نہیں کہ اس کے پاس جو کچھ بھی ہے وہ اس نے خود نہیں بنایا، اس کا اس میں کوئی کمال نہیں ہے بلکہ یہ سب کچھ دینے والا تو اللہ رب العزت ہے۔ کیاشان وعظت ہے اس کی کہ شکر گزاروں کو تو بہت برکتیں دیتا ہے گنہگار کو بھی اتنا دے رکھا ہے لیکن وہ مزید گنہگار بننے کی کوشش میں لگا ہوتا ہے، وہ سمجھنا ہی نہیں چاہتا کہ وہ جس روشنی میں جی رہا ہے وہ بہت قلیل مدت تک اس کا ساتھ دے گی۔ وہ دنیا کی روشنی میں اتنا کھو گیا کہ اسے یہ سوچنے کا موقع ہی نصیب نہیں ہوتا کہ آخر کب تک اس کے ساتھ یہ روشنی

آخر ایک دن قبر کی تاریکی میں جانا ہے، جہاں تا قیامت رہنا ہے، یہ عمرت ناک مقام کون جانے کتنا دشوار ہے؟ اگر بندہ سوچ لے کہ یہ روشنی ایک دن اندر ہیرے میں بدل جائے گی اور اس دن صرف اعمال کی روشنی کام آئے گی، اور قبر میں بھی یہی روشنی اس کے لیے کافی ہے، دنیا کی ہر چیز دیکھنے میں روشن ہے اور اندر سے تاریک ہے، ہر چیز کا ساتھ عارضی ہے۔ یہ دولت یہ شہرت یہ محل یہ رشتہ یہ منصب کچھ بھی کچھ بھی تو ساتھ نہیں دے گا۔ کوئی دنیاوی شے بھی تو ساتھ نہیں جائے گی، جائے گا تو انسان اکیلا، اپنے اس ناپائیدار وجود کے ساتھ جائے گا، اللہ کا قرآن اور انسان کے نیک اعمال روز قیامت اللہ کا قرآن وفا کرے گا۔

لوگو! قران پاک سے اپنے دلوں کو آباد کرو، پیسوں اور رشتؤں سے نہیں کوئی چیز وفا نہیں کرے گی، دنیا مومن کے لیے قید خانہ ہے اور کافر کے لیے جنت۔ کیونکہ مومن مستقل روشنی کے حصول کی کوشش میں دنیا میں نیک کام کرتا ہے اور کافر آخرت پر یقین نہ کرتے ہوئے دنیا کی عارضی روشنی کی ہوس میں اپنی ساری عمر اور ساری روزی لگا دیتا ہے، ملتا کیا ہے؟ بے سکونی عارضی خوشی۔

کاش! ہر انسان دنیا کی فانی روشنی سے واقف ہو جائے اور اس بات سے بھی آشنا ہو جائے اسی روشنی کی تپش ہم کو جلا ڈالے گی، دنیا کے دل فریب مناظر انسانی آنکھوں کو تودھوکہ دے سکتے ہیں لیکن مومن کی آنکھ کبھی دھوکے میں نہیں پڑتی۔ یہ مناظر ہمیں حقیقت سے دور کرتے ہیں، اپنے رب سے دور کرتے ہیں، ہمیں احساس سے دور کرتے ہیں۔ کچھ سوچئے! اپنے رب کا راستہ اختیار کرو اور جہاں روشنی ہی روشنی ہے جو مستقل ہے۔ مستقل روشنی بھی حاصل کرو، سکون قلب بھی حاصل کرو، اپنے دینے والے یعنی اللہ رب العزت سے محبت کرو۔

## مسلمان کی اہمیت

**کھجور کا شفاف الرحمن، پشاور**

اللہ رب العزت نے جو مقام، مرتبہ، عزت و عظمت، جلال و کمال، غیرت و حیا مسلمان کو عطا کیا ہے، کسی اور کو نہیں دیا اس کا اندازہ اس آیت سے چلتا ہے:

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُولَئِكَ هُمُ الْخَيْرُ الْبَرِّيَّةُ

بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک اعمال کیے یہ وہ ہی بہترین لوگ ہیں اس آیت میں اللہ رب العزت نے پہلے ایمان کو ذکر کیا اس کے بعد اعمال صالحہ کو۔ جو ایمان والا بھی ہو اور نیک اعمال بھی کرتا ہو تو اللہ رب العزت کی طرف سے اعلان آتا ہے کہ یہ لوگ بہترین ہے۔

بہترین کا مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ اللہ سے ڈرتے ہیں، اللہ کے ہر حکم پر جان دینے کو تیار ہوتے ہیں، اپنی پسند کو اللہ رب العزت کی پسند پر قربان کرتے ہیں دن کو بھی اللہ کی رضا کی کوشش کرتے ہیں رات کو بھی گڑ گڑا کرو نے سے اللہ سے سرخوبی تسلیم کرتے ہیں۔ پھر اللہ رب العزت نے بھی ان لوگوں کے لیے اعزاز و اکرام کا بندوبست کیا ہوا ہے:

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ جَنَّاتٍ

جو اللہ کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا اس کے لیے دو باغ ہیں۔

کیسے باغ ہیں جواب آتا ہے:

ذَوَا تَا أَفْعَانٍ

جن میں بہت سی شاخیں ہیں۔

اور کیا ہے؟ جواب آتا ہے:

فِيهِمَا عَيْنَانِ تَجْرِيَانِ

ان دونوں میں چشمے بہتے ہیں۔

اور کیا ہے؟ جواب آتا ہے:

فِيهِمَا مِنْ كُلٍّ فَاكِهَةٌ زَوْجَانِ

ان دونوں میں ہر قسم کے میوے ہوں گے۔

اور کیا ہے؟ جواب آتا ہے:

مُتَّكِّعُينَ عَلٰى فُرْشٍ بَطَائِنُهَا مِنْ إِسْتَبْرِقٍ وَجَنَّى الْجَنَّاتِينَ دَانِ

تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے بچھونوں پر جن کا استر ریشم کا ہو گا۔

اگر ہم اپنے مقام و مرتبہ کو پچان لیں اپنی قیمت کو پچان لیں تو ہم سے کبھی

کوئی کام ایسا سرزد نہیں ہو سکتا ہے جس سے اللہ رب العزت ہم سے ناراض ہو جائے۔

اللہ رب العزت نے مسلمان کے لیے بہت سی چیزوں کو پیدا کیا، اگر ہم

مسلمان تھوڑا سا بھی سوچ لیں تو ہم سب مسلمان کامیاب ہو سکتے ہیں۔ اللہ رب العزت

نے ہم کو پرچہ بھی دیا ہے ان کے اندر جو سوالات ہے وہ بھی بتا دیے اور ان کے

جوابات بھی بتا دیے اس کے بعد بھی اگر ہم اللہ کی نافرمانی کریں تو

إِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيدٌ

کہ اگر ہم اللہ کی نافرمانی کرتے ہیں تو اللہ ہم کو پکڑے گا بھی اللہ کی پکڑ بہت

سخت ہے۔ جب مسلمان دنیا میں کسی بادشاہ کی نافرمانی کرتا ہے تو اس کو کئی طرح کی سزا

دیتے ہیں، تو اس سزا کے ڈر سے پھروہ نافرمانی نہیں کرتا۔ اسی طرح اگر ہم اللہ کی بڑائی

کو دل میں جگہ دیں تو پھر ہم سے نافرمانی نہیں ہوگی، اگر ہو بھی جائے تو اس پر ندامت

ہوگی اور فوراً توبہ کریں گے۔

مومن کی تعریف اللہ کے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح

الْمُؤْمِنُ غَرُّ كَيْمُ رواه احمد والترمذی

کہ مسلمان سادہ شریف ہوتا ہے

التوددالى النّاس نصف العقل ..... رواة البیهقی

لوگوں سے محبت کرنا آدھا عقل ہے۔

آگے اللہ کے پیارے جبیب علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں:

الْمُؤْمِنُ مَأْلُوفٌ وَلَا خَيْرٌ فِيْتَنٌ لَا يَأْلُفُ وَلَا يُؤْلُفُ ..... البیهقی

مومن محبت کی جگہ ہے اور ایسے شخص میں کوئی بھلانی نہیں ہے جو خود بھی  
کسی سے محبت نہ کرے اور دوسرے بھی اس سے محبت نہ کریں۔

ایک روایت میں اس کی مزیدوضاحت آئی ہے، فرمایا:

ان اقربکم منی مجلساً احسنكُم اخلاقاً الموطون اکنافا الذین  
يالغون ويولغون ..... طبرانی باب مكارم اخلاق

تم میں سے مجھ سے سب سے زیادہ قریب نشست میں وہ لوگ ہیں جو اخلاق  
میں اپنچھے ہیں اور ان کے پہلو دوسرے کے لیے نرم ہیں اور وہ اوروں سے محبت کرتے  
ہیں اور دوسرے ان سے محبت کرتے ہیں۔

اگر اس محبت کو درمیان سے نکال دیا جائے تو دنیا کی زندگی جہنم کا نمونہ بن  
جائی ہے اور پھر تفرقة بازی کی ایسی آگ بھڑکتی ہے جو ختم ہونے کا نام نہیں لیتی۔

آج ہم اپنے ارد گرد دیکھ لے کہ کیا ہم بھی اپنے مسلمان بھائی کے ساتھ  
محبت کرتے ہیں کہ نہیں؟ آج کل ہمارا معاشرہ اپنے ہی مسلمان بھائی کا قاتل بن جاتا  
ہے، اس کی عزت کو لوٹتا ہے، اس کی بے عزتی کرتا ہے۔  
وجہ اس کی کیا ہے؟

وجہ یہ ہے کہ ہمارے دلوں میں اللہ اور اس کے آخری نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت نہیں ہے، جب ہمارے دلوں میں اللہ کی محبت اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت آئے گی تو ہم اپنے مسلمان بھائی کی عزت کریں گے، جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

الْخَلْقُ عِيَالُ اللَّهِ فَأَحَبَّ الْخَلْقَ إِلَى اللَّهِ مَنْ أَحْسَنَ إِلَى عِيَالِهِ

تمام مخلوق اللہ کا کنبہ ہے پس اللہ کے نزدیک مخلوق میں بہترین شخص وہ ہے جو اللہ کے کنبہ کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔

ہم سب کو چاہیے کہ ہر مسلمان کی قدر کریں اس لیے دل سے جو آہ نکلتی ہے اثر رکھتی ہے۔ پتہ نہیں اگر خدا خواستہ ہم کسی مسلمان کو تھارت کی نظر سے دیکھیں اور اللہ رب العزت اس وجہ سے ناراض نہ ہو جائے۔

چنانچہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الْمُؤْمِنُ مِرْأَةُ الْمُؤْمِنِ وَالْمُؤْمِنُ أَخُو الْمُؤْمِنِ يَكُفُّ عَلَيْهِ ضَيْعَتَهُ وَيَنْجُو طُهُورُهُ مِنْ وَرَائِهِ ..... رواہ مسلم

ایک مومن دوسرے مومن کا آئینہ ہے اور ایک مومن دوسرے مومن کا بھائی ہے جو اپنے مومن کو تقصیان سے بچاتا ہے اور اس کی عدم موجودگی میں بھی اس کی حفاظت کرتا ہے۔

ہم سب نے مل کر خیر خواہی کے جذبے کے ساتھ اپنے معاشرے کو عمدہ اور پر سکون بنانا ہے۔ محبتیں بانٹتیں ہیں، الفت و مودت کے ماحول کو پروان چڑھانا ہے، ہمدردی اور ایثار کی فضائقم کرنی ہے۔ نفرتوں اور عدا توں سے دلوں کو پاک کرنا ہے، کدورت اور کینہ پروری سے خود کو بچا بچا کر چلانا ہے۔ ورنہ ہم سب جس آگ میں جل رہے ہیں یوں نہیں جلتے رہیں گے۔

## روحانیت کہاں گئی؟؟

**سکھ..... محمد جنید حقی**

دل کی ایک بات اور حالات حاضرہ کے حوالے سے ایک یاد دہانی ہے۔ روحانیت شریعت کو سنبھالنے کے لئے اتنی ہی ضروری ہے جتنی کے انسانی بدن کے لئے روح کا ہونا ضروری ہے اور اس کے لئے موجودہ دور میں خانقاہیں اور تسلیمی اسفار بہت ضروری ہیں جو علماء حق عارفین، متوكلین، عابدو زاہد صفت اہل اللہ پر مشتمل اشخاص کے زیر نگرانی ہوں۔ یہ بچپن سے سنتے آرہے ہیں کہ صفائی نصف ایمان ہے لیکن اس کی حقیقی شکل و صورت سے بہت سے لوگوں کی طرح ایک عرصہ تک نابلدرہا یا تو اس کی طرف کوئی توجہ ہی نہ کی، ہمارا حال دیکھا جائے تو بڑے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ہم روحانیت کے اعتبار سے غرق ہو گئے نمازی حضرات کے متعلق کہہ رہا ہوں جو فرائض بڑی مشکل سے پڑھتے ہیں تجد، اوایں، اشراف، چاشت تو ہماری زندگی کا حصہ ہی نہ رہی نماز فخر کے بعد سونا اور نماز عصر کے بعد ذکر الٰہی سے غافل ہونا اگرچہ چلتے پھرتے ہی کیوں نہ ہو بہت بڑا الیہ ہے۔ وضو، غسل خانہ یا بیت الخلاء میں بنانا، جماعت کی نماز کی پابندی نہ کرنا اور گھر میں ہی پڑھ کر جگہ کی پاکی کا خیال نہ کرنا، تصویروں والے کمرے میں نماز پڑھنا، ذکر کا اہتمام نہ کرنا، قرآن کی تلاوت سے بے رخی کرنا، بد نظری کی عادت بنالینا، صدقات اور سخاوت کا ختم ہونا وغیرہ اور ان جیسے بہت سے امور ایسے ہیں جو دین اسلام کا حصہ ہیں ان کا خیال نہ کرنا۔ عام مسلمانوں کا تو کیا اہل خواص کے لئے بھی بہت نقصان دہ ہیں۔ سخاوت کے حوالے سے بات کی جائے تو ہم بہت پیچھے رہ گئے پرانے زمانے اگرچہ غربت زیادہ تھی رزق محدود تھا کھانا صحن ملتاتو شام کو میسر نہ تھا بریانی، قورمه، تکہ، اچار، کڑا ہی اور ڈبل روٹیاں میسر نہ تھیں لیکن

سخاوت عام تھی کوئی باہر سے آتا تو لوگ ان کو اپنے یہاں ٹھہرانے کے لئے ایک دوسرے پر سبقت لیتے آج حالات بالکل بر عکس ہو گئے مالداروں کو کھلا یا جاتا ہے غریب بھوکا سوتا ہے، ہماری سخاوت زکوٰۃ تک محدود ہو گئی کوئی بھوک سے مر رہا ہے کسی کو دوائی کی ضرورت کسی کو پڑے کی ضرورت، مگر صاحب حیثیت لوگ اس کو یوں ٹال دیتے ہیں کہ ”صاحب میں نے تو زکوٰۃ ادا کر دی ہے“ بس اسی پر سخاوت کا انتقام کر لیتے ہیں۔ پرانے زمانے میں لوگوں کی نمازیں روحانیت سے پر ہوتی تھیں مگر اب نماز تو ہے لیکن نورانی نہیں۔ ہم نماز تو پڑھتے ہیں لیکن قائم نہیں کرتے۔ میں یہ درخواست کرتا ہوں کہ خدار اللہ تعالیٰ سے تعلق کو مضبوط کیا جائے اس کے لئے اللہ والوں سے رجوع کیا جائے کیونکہ روحانیت آج بھی ضروری ہے اور قیامت تک اس کی ضرورت رہے گی۔ یہاں ایک شبہ ہو سکتا ہے کہ کیا روحانیت اور جدیدیت میں کوئی تعارض نہیں یہ الگ معاملہ ہے کہ ہم خود اس کو متفاہ بنائیں۔ مثلاً وقت بہت ہوتا اس حوالے سے گھڑی کی ایجاد بہت بہترین قدم ہے کہ اس سے نظام بہت بہتر ہوتا ہے لیکن ہم اس کو خود غلط استعمال کر رہے ہیں۔ اذان ہوتی ہے ہم بیٹھے رہتے ہیں گھڑی دیکھتے ہیں جیسے ہی ایک منٹ رہ جاتا ہے ہم بھاگ دوڑ شروع کرتے ہیں کہ نماز کی دیر ہو رہی ہے وضو بنانے جاتے ہیں دیکھتے ہیں کہ مسجد میں پانی ختم ہے یوں واپس آنا پڑتا ہے تو جماعت بھی نکل جاتی ہے، اور نماز سے قبل اللہ کو یاد کرنے کا جذبہ بھی گھڑی کو دیکھنے سے ٹھٹڈا پڑتا ہے۔ اگر گھڑی کا صحیح استعمال کرتے تو اس کی افادیت اپنی جگہ ہوتی لیکن ہم نے خود ہی اس نعمت کا استعمال صحیح نہیں کیا۔ لہذا معلوم ہوا کہ روحانیت اور جدیدیت میں کوئی تضاد نہیں۔ روحانیت کے ساتھ ساتھ ہم حالات حاضرہ کے ساتھ چل سکتے ہیں اس لئے اس خوف سے روحانیت کو نہیں چھوڑنا چاہئے کہ روحانیت بھی ہمارے لئے ضروری ہے اور جدید حالات سے بھی راہ فرار نہیں۔

## میاں اور بیوی (شکوہ جواب شکوہ)

کھھ..... رانا محمد عمر، لاہور

روحِ اقبال سے مذہرت کے ساتھ

شہر کا شکوہ:

”کیوں زیاں کار بنوں سود فراموش رہوں“  
 زن مریدی بھی کروں میں اور مدھوش رہوں  
 طغی نیگم کے سنوں اور ہمہ تن گوش رہوں  
 ہم نوا میں کوئی بزدل ہوں کہ خاموش رہوں  
 ”جرات آموز مری تاب سخن ہے مجھ کو“  
 شکوہ اک زوج سے ! خاکم بدھن ہے مجھ کو  
 تجھ کو معلوم ہے لیتا تھا کوئی رشتہ ترا؟  
 سر پچھتے ہوئے پھرتا تھا کبھی ابا ترا  
 کس قدر خوش تھا میں جس دن تیرا ڈولا لگلا  
 تیرا ڈولا تو مگر موت کا گولا لگلا  
 تو جو سوتی ہے تو سالن بھی پکاتا ہوں میں  
 پپو روتا ہے تو فیڈر بھی بناتا ہوں میں  
 گلڈی جاگے ہے تو جھولا بھی جھلاتا ہوں میں  
 پپو اٹھ بیٹھے جو راتوں کو کھلاتا ہوں میں  
 ”پھر بھی مجھ سے یہ گلا ہے کہ وفادار نہیں“  
 میں وفادار نہیں تو بھی تو دلدار نہیں

## بیوی کا جواب شکوہ:

تیری بیوی بھی صنم تجھ پر نظر رکھتی ہے  
 چاہے میکے ہی میں ہو تیری خبر رکھتی ہے  
 اُس کی سینڈل بھی میاں اتنا اثر رکھتی ہے  
 ”پر نہیں طاقت پرواز مگر رکھتی ہے“  
 شعر تھا قنه گر و سرکش و چالاک ترا  
 دل ، جگر چیر گیا نالہ پیاک ترا  
 آئی آواز ٹھہر تیرا پتا کرتی ہوں  
 ٹو ہے اپ سیٹ میں ابھی تیری دوا کرتی ہوں  
 میں تجھے پہلے بھی اکثر یہ کہا کرتی ہوں  
 ارے کمخت! بہت تیری حیا کرتی ہوں  
 اور ٹو ہے کہ بڑی نظمیں ہے پڑھتا پھرتا  
 اپنے یاروں میں بڑا اب ہے اکڑتا پھرتا  
 میں دکھاتی ہوں ابھی تجھ کو بھی نقشہ تیرا  
 نہ کوئی قوم ہے تیری نہ ہے شجرہ تیرا  
 تو بھی گنجा ہے ارے باپ بھی گنجا تیرا  
 بھائی تیرے ہیں سبھی مجھ کو تو غُندے لگتے  
 یہ ترے کان کڑاہی کے ہیں گُنڈے لگتے  
 اپنی شادی پر عجبِ رسم چلانی کس نے؟  
 نہ کوئی بس نہ کوئی کار کرائی کس نے؟

آٹو رکشے ہی پہ بارات ٹلائی کس نے ؟  
 منه دکھائی کی رقم میری چپائی کس نے ؟  
 کچھ تو اب بول ارے! نظمیں سنانے والے  
 مولوی سے میرا حق مہر چھڑانے والے  
 اپنی تینواہ فقط ماں کو تھمائی ٹونے  
 آج تک مجھ کو کبھی سیر کرائی ٹونے؟  
 کوئی سلاڑھی، کوئی پشواز دلائی ٹونے؟  
 ایک بھی رسم وفا مجھ سے بھائی ٹونے؟  
 لطف مرنے میں ہے باقی نہ مزا جینے میں  
 کتنے ارمان ترپتے ہیں مرے سینے میں  
 بھول ابا سے ہوئی اور سزا مجھ کو ملی  
 ماں ابھی جان گئی کیسی بلا مجھ کو ملی  
 میں نے چاہی تھی وفا اور جفا مجھ کو ملی  
 میری تقدیر ہی دراصل خفا مجھ کو ملی  
 میرے میکے سے جو مہمان کوئی آتا ہے  
 رنگ ترے چہرے کا اسی وقت بدل جاتا ہے  
 سامنے آنے سے ابا کے ٹوکر ترا تا ہے  
 کتنا سادہ ہے کہتا ہے کہ ”شرماتا ہے“  
 ٹوہوا جس کا مخالف وہ تری ساس نہیں?  
 میری عزت کا ذرا بھی تجھے احساس نہیں!

## حافظت

**کھجور.....مولانا محمد طارق خلیل**

آج بھی جب وہ اسکول کے گیٹ سے باہر نکلی تو وہ سامنے اس کو تنگ کرنے کے لیے وہ کھڑا تھا اس کی نظر جو نہیں اس بد معاشر پر پڑی غصہ سے سخ پا ہو گئی، اس نے پکا ارادہ کیا آج وہ ضرور اپنے بھائی کو اس آوارہ کی شکایت لگائے گی۔ لبنتی نویں جماعت کی طالبہ تھی اس کے والدین ایک سیڈنٹ حادثے میں فوت ہو گئے تھے والدین کے فوت ہونے کے بعد گھر والے اس کے ساتھ بہت لاڈ اور پیار والا معاملہ کرتے تھے، اس کی عادتیں کافی حد تک آزادانہ ہو چکی تھیں۔ گھر آ کر اس نے رونا شروع کر دیا، بھائی کے پوچھنے پر اس نے اپنی سہیلی کے بھائی کی شکایت کی جو اسے تنگ کرتا تھا، بھائی کے غصہ کا پارہ ہائی ہو گیا، اس نے کچھ دیر سوچنا شروع کیا۔ کل جب چھٹی کا وقت قریب آیا تو لبنتی کا بھائی سکول کے گیٹ کے پاس کھڑا ہو گیا، سب لڑکیاں باہر نکلنے لگیں، اس کی نظر لبنتی کی سہیلی کو ڈھونڈنے لگی جس کا بھائی اس کی بہن کو تنگ کرتا تھا جو نہیں اس کی نظر لبنتی کے سہیلی پر پڑی تو حیران ہو کر کیا دیکھتا ہے کالے بر قعے میں ملبوس دستا نے اور جراہیں پہنی ہوئی اور آنکھیں نیچے جھکائے ہوئے وہ تو جسم حیا اور سرتاپا پار دہ لڑکی تھی، جب اس کی نظر اپنی بہن پر پڑی جس کا دوپٹہ سر سے سرک کر اس کے گلے میں پڑا ہوا تھا۔ ایسی ہیئت تھی جو شخص نظر نہ بھی اٹھانا چاہے اسے بھی اپنی طرف متوجہ کریں یہ دیکھ کر اس نے فوراً بازار کا رخ کیا۔ کل جب لبنتی اسکول جا رہی تھی تو اس کا جسم پورے بر قعے میں چھپا ہوا تھا ہمتوں پر دستا نے پاؤں میں جراہیں پہنے ہوئے تھیں۔ آج جب وہ اسکول سے باہر نکل رہی تھی تو وہ آوارہ اسے تلاش کر رہا تھا لیکن اسے لبنتی نظر نہیں آ رہی تھی کیونکہ اس نے اپنی حقیقت کو جان لیا تھا، کہ عورت کسے کہتے ہیں۔

## روشنی

**کھجور ..... محمد آصف، سرگودھا**

میری والدہ کو ایک ایسا واقعہ پیش آیا کہ اس واقعے نے ان کو عبادت میں اور نیک کاموں میں زیادہ مشغول کر دیا اور ایمان و یقین میں بھی اضافہ ہوا۔

میری والدہ ایک نیک عورت اور عبادت گزار خاتون ہیں امی جان کو تمام دعائیں یاد ہیں اور اہتمام سے پڑھتی ہیں اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ کے 99 نام بھی الحمد للہ یاد کر لیتے ہیں اور روزانہ ان کی تلاوت بھی فرماتی ہیں، اس واقعہ سے پہلے کے حالات زندگی بتانا مناسب سمجھتا ہوں پھر وہ واقعہ امی جان کی زبانی سنتے ہیں۔

وہ واقعہ پیش آنے سے پہلے گھر یلو حالات بھی کمزور تھے اور ہم دین سے بھی بہت دور تھے، ہمارے گھر صرف ایک چیز تھی وہ بھی امی جان کا صبر و تحمل، کوئی بھی ایسی کوئی نامناسب بات پیش آتی تو تمام گھر والوں کے صبر کے پیانے ٹوٹ جاتے اور ہم بدله لئے کو تیار ہو جاتے لیکن امی جان بڑے احسن انداز سے ہمیں صبر کی تلقین کرتیں اور سمجھاتی کہ اگر ہم بدله لیں گے تو ہم میں اور ان میں کیا فرق ہو گا؟ بس صبر کرو اللہ تعالیٰ اس کا اجر دے گا۔

پھر امی جان کے ہاتھ ایک دفعہ ایک ورق آیا جس پر لکھا ہوا تھا کہ (میں نے ان کی اولاد سے بہت کچھ پایا) حضرت امام غزالی رحمہ اللہ کے وظائف لکھے ہوئے تھے ہر دن کے اعتبار سے کہ فلاں دن یہ کلمات پڑھنے سے مال میں برکت ہو فلاں دن یہ پڑھنے سے قبر کا عذاب نہ ہو گا فلاں دن یہ کلمات پڑھنے سے روزی غیب سے ملے، تو امی جان نے وہ وظائف بڑی پابندی کے ساتھ پڑھے کہ حق ادا کر دیا۔ صحیح ہوتے ہی امی جان کی زبان پر دن کے اعتبار سے کلمات جاری ہو جاتے پھر آہستہ آہستہ ہم سب

گھروالے نمازی بن گئے اور دین کے کاموں میں حصہ لینے لگے، ایک دفعہ میری نافی جان جو کہ بہت ضعیف ہو چکی تھیں، امی جان کو خدمت کا موقع مل گیا امی جان نے اتنی خدمت کی اللہ کو راضی کرنے کے لیے اور اپنا حق سمجھ کر کہ ایک دفعہ نافی جان نے امی جان کو کہا کہ بیٹا تو نے تو اسی جہان میں حساب دے دیا میری اتنی خدمت کر کے اور نافی جان ضعیف ہونے کی وجہ سے باтол کی سمجھ نہیں آیا کرتی تھی لیکن دعائیں دیتے دیتے اللہ تعالیٰ کو پیاری ہو گئی اللہ تعالیٰ میری نافی جان کی قبر کو جنت کا باغ بنادے۔ (آمین)

امی جان کہتی ہیں کہ میں شوال کے چھ روزے میں تقریباً دس سال سے رکھ رہی ہوں اور نماز تہجد 4 سال سے پڑھ رہی ہوں۔ اس دفعہ بھی شوال کے روزے رکھے اور ہوایوں کہ چھ شوال اور سات شوال کے درمیان ولی رات کو تقریباً ساڑھے تین بجے تہجد کی نماز سے فارغ ہو کر میں بر تن دھورہی تھی اور ساتھ ساتھ کلے کا ورد کر رہی تھی کہ اچانک آسمان سے ایک خاص روشنی نمودار ہوئی روشنی کارنگ نیلا تھا وہ روشنی میرے اوپر تقریباً تین سے چار سینٹ تک رہی اس روشنی کے ساتھ آواز بھی سنائی دی جو کہ وہ آواز مکھیوں کی بھجنہاہٹ جیسی تھی میرے اوپر خوف طاری ہو گیا تو میں کلے کا ورد اونچی آواز سے کرنے لگی جب روشنی کے آثار ختم ہو گئے تو میں نے آسمان کی طرف بڑے حوصلے کے ساتھ دیکھا کہ یہ روشنی کسی چیز کی تھی؟ جب میں نے آسمان پر مغرب کی جانب دیکھا کہ یہ روشنی ایک قطار کی صورت اختیار کر چکی تھی میں نے کلمہ کا ورد جاری رکھا دوسرا اور کوئی نشانی نہ رہی میں نے جلدی جلدی بر تن دھوئے اور یہی سوچتے سوچتے روزہ رکھا کہ وہ روشنی کسی چیز کی تھی؟ میں نے سوچا کہ صبح گاؤں میں شور ہو گا کہ رات کو آسمان سے نیلے رنگ کی روشنی ظاہر ہوئی تھی یہ سوچ ہی رہی تھی کہ مسجد سے اذان شروع ہو گئی۔ اذان کے بعد میں نے تمام گھروالوں کو اٹھایا بڑے نماز پڑھنے مسجد چلے گئے چھوٹے بچوں نے میرے ساتھ گھر میں نماز پڑھی

جب مسجد سے نماز پڑھ کر گھر آئے تو میں نے دیکھا کہ ایسی کوئی بات نہیں سنارہے جو رات کو میں نے دیکھا تھا۔

پچھے اور بڑے قرآن مجید کی تلاوت میں مشغول ہو گئے میں نے سوچا کہ اپنے بیٹے آصف کو یہ قصہ سناتی ہوں وہ کسی عام بام عمل سے پوچھے گا کیونکہ آصف کا رابطہ اکثر علماء کرام سے ہوتا رہتا ہے، تو امی جان نے سارا قصہ مجھے سنایا میں رات والا واقعہ سن کر حیران ہو گیا اور میری آنکھیں خوشی سے بھر آئیں کہ یہ کوئی اللہ کا خاص انعام ہو گا، اس کے بعد میں نے کئی علماء کرام سے فون پر رابطہ کیا سارا واقعہ سنایا لیکن مجھے تسلی بخش جواب نہ ملا تو ایک مرتبہ سر گودھا شہر میں ایک رات عشاء کے بعد پروگرام کا نفر نہ تھی وہاں ایک مفتی صاحب سے پوچھا وہ سارا واقعہ سن کر کہنے لگے کہ کیا آپ کی والدہ حیات ہیں؟ میں نے کہا جی حیات ہیں، اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ گاؤں میں نکاح کے عنوان پر ایک پروگرام تھا جس میں ہمارے ملک کے نامور علم دین کا تھا، حضرت مفتی صاحب پروگرام کے بعد ہمارے گھر تشریف لے آئے کیونکہ رات کا کھانا ہماری طرف سے تھا کھانے کے بعد سونے کی تیاری کر رہے تھے تو میں نے وہ سارا واقعہ حضرت بھی کو سنایا حضرت مولانا مفتی صاحب وہ قصہ سن کر تھوڑی دیر خاموش رہے اور اس کے بعد مجھے ایک صحابی حضرت طفیل رضی اللہ عنہ کا قصہ سنایا اور فرمایا وہ روشنی فرشتہ تھا میں جلدی جلدی بیٹھک سے نکلا گھر میں سب اکٹھے بیٹھے ہوئے تھے بڑے بھائی جان وہ بھی چھٹی آئے ہوئے تھے ابو جان بھی موجود تھے میں سب کو اپنی طرف متوجہ کر کے بتایا وہ روشنی ایک فرشتہ تھا، سب کی زبان سے نکلا سبحان اللہ، سبحان اللہ، سبحان اللہ۔

اب اللہ تبارک و تعالیٰ کا شکر ہے کہ اللہ نے ہمیں اپنی تمام نعمتوں سے نوازا ہے اللہ کا دیا ہوا سب کچھ ہے ایک صبر کی برکت سے۔

# مرض سود

**بنت مظفر احمد**

حالت مرض میں اس شخص کو جو دیکھا ہم نے  
نفس کے عوض دے رہا تھا وہ ایمان اپنا

ہم نشین تو تھا وہ اہل ہنر سے  
ہدایت سے کیوں دور رہا یہ سوچا ہم نے

زد کی ہوس میں تھا اس قدر مگن  
شام و سحر گزرنے کی بھی نہ رکھتا تھا خبر

غم عقبی تو کیا ہونا تھا بد نصیب کو  
سمجھتا رہا خود کو کہ رون کمال پہ ہوں

تجارت کے نام پر کرتا رہا معصیت  
اجل سے جیسے اس کا کوئی واسطہ ہی نہ ہو

سر راہ ہی چھوڑ گیا وہ اس متاع عارضی کو  
پھر وہی جانے پرده خاک میں ہوا کیا اس کے ساتھ

حیات برزخ کو جانے کیسے جئے گا وہ  
اب تو وہ جانے یا جانے میرا رب

## بھائی

### معظمہ کنول کھٹک

معاشرے میں بہنوں سے کیسے جانے والے ناروا سلوک کا ایک طنزیہ جائزہ

میں ایک لڑکی ہوں کسی کی بہن، کسی کی بیٹی اور شائد مستقبل میں کسی کی ماں بھی مگر پھر بھی حیرت ہے کہ معاشرہ مجھے عجیب نظر وں سے کیوں دیکھتا ہے۔ میں اپنے گھر سے باہر نکلوں تو راہ چلتے بھائی گردن گھما گھما کے میری طرف کیوں دیکھنے لگتے ہیں؟ میں ایک عام سے گھرانے کی ایک عام سی لڑکی ہوں، سوبس میں بیٹھ کر کالج جاتی ہوں۔ صح لڑکوں کے غول راستے میں ملتے ہیں۔ ان کے پاس سے گزرتے ہوئے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے میں کوئی تماشا ہوں اور یہ تماش بین، نجانے کیوں بس میں سوار ہونے والی ہر لڑکی کو دیکھ کر ان کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل جاتی ہے اور یہ زیر لب گنگانا نے لگتے ہیں، شائد بہنوں کو دیکھ کر ان میں ”برادرانہ محبت“ جاگ اٹھتی ہے۔ جب میں بس میں سوار ہوتی ہوں، تو بھائی پہل کر کے اندر پہنچتے ہیں اور مجھے خوش آمدید کہنے کا فریضہ انجام دیتے ہیں۔

یہ غیرت مند بھائی بس کے بریک لگنے پر خواتین کے پاؤں کچل کر روحانی سکون محسوس کرتے ہیں۔ اور بس کی نشتوں پر بیٹھی لڑکیوں کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر نفلی عبادت کا اثواب حاصل کرتے ہیں۔ جب کالج آنے پر میں بس سے اترتی ہوں، تو میرے اچھے بھائی شائد میری جدائی ”برداشت“ نہیں کر پاتے۔ اسی لئے راستہ روک کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ہر ایک کو سرگوشی کے انداز میں کچھ نہ کچھ کہتے سنتی ہوں، شائد جاتی ہوئی بہن کو خدا حافظ کہتے ہیں۔

[بنات الہسنت کے مستقل ممبر بنے دوستوں کے نام بنات الہسنت سبکر پشن کیجیے]

## ممبر شپ کا طریقہ

نام: ..... ولدیت: .....  
 رابطہ نمبر: ..... ای میل: .....  
 بینک ڈرافٹ یا منی آرڈر نمبر (لازی): .....  
 بینک کا نام: ..... رقم جمع کرنے کی تاریخ: .....  
 مکمل ایڈریس: [ ] .....  
 مکان / فلیٹ / دکان / دفتر نمبر، ڈاکخانہ، تحصیل، ضلع اور صوبہ واضح لکھیں:

### نوٹ:

فارم کسی بھی سادہ کاغذ پر فل آپ کر کے سر کو لیشن مینیجر بنات الہسنت کے نام درج ذیل پتے پر ارسال کریں۔ یا بینک ڈرافٹ نمبر اور مکمل پتہ فون پر لکھوادیں۔  
پتہ: دفتر رسائل و جرائد (بنات الہسنت) مرکز اہل السنۃ والجماعۃ 87 جنوبی سرگودھا۔  
نوٹ: رقم کی ادائیگی بذریعہ منی آرڈر درج بالا پتہ پر کریں۔

بذریعہ بینک ڈرافٹ: میزان بینک سرگودھا بنا نام محمد الیاس 14010100725862  
نوٹ: اپنا مکمل نام و پتہ، بینک ڈرافٹ نمبر لازمی ہمیں ارسال کریں اور بذریعہ فون یا S.M.S. یا ای میل [ ] ہمیں اس کی اطلاع دیں۔

### واٹس ایپ:

+923062251253

مضامین سمجھنے اور شکایات کے لیے: mag@ahnafmedia.com

فون: 03326311808

## ماہنامہ بناتِ اہلسنت ملنے کے پتے

ایجنی ہولڈرز	علاقہ	فون نمبر
دارالایمان	کراچی	03342028787
مولانا محمد ارشد ندیم	احمد پور سیال	03003564987
مولانا محمد دلاور	اوکاڑہ	03136969193
مولانا عبد اللہ قمر	قصور	03008091899
مولانا عبداللہ شہزاد	حافظ آباد	03212374824
محمر کیس	ٹانک	03319143483
مولانا خالد زبیر	لاہور	03153759031
مولانا خالد زبیر	چکوال	03335912502
ضیاء الرحمن	وال بھگرال	03363725900
مولانا محمد صدیق	ڈیرہ غازی خان	03356351893
مکتبہ ختم نبوت	بہاولپور	03136333497
قاضی اسرائیل گڑگی	مانسہرہ	03023501755
طارق حسین	پشاور	03219192406
مولانا امام اللہ حنفی	سرگودھا	03067800751
مولانا محمد اختر	کبیر والا	03336228425
ذوالقرنین	ڈیرہ اسماعیل خان	03343682508

نوت: ایجنی بک کروانے کے لیے رابطہ کریں: 03326311808



# مرکز اہل السنّت والجماعت

نیرس پرستی  
محمد الیاس گھمن

## ایک ادارہ، ایک تحریک شعبہ جات

شعبہ حفظ القرآن الکریم

ایک سالہ تخصص فی التحقیق والدعوۃ (برائے فضلاء کرام) ماہ شوال تا ماہ شعبان

بارہ روزہ دورہ تحقیق المسائل (برائے طلباء عظام) ماہ شعبان

تین روزہ تحقیق المسائل کورس (برائے عوام انس)

ہر انگریزی ماہ کی پہلی جمعرات شام تا اتوار صبح ۱۰ بجے

ماہانہ مجلس واصلاحی بیان (برائے مریدین و سالکین)

ہر انگریزی ماہ کی پہلی جمعرات مغرب تا عشاء

قابلہ حق (سماں)۔ فقیہہ (ماہنامہ)۔ بنات اہل السنّت (ماہنامہ برائے خواتین)

مکتبہ اہل السنّت والجماعت

(فلکی و نظریاتی کتب، پوسٹرز، آڈیو کیمس اور سی دیز کی ترجمیں کیلئے)

مرکز اصلاح النساء (خواتین اور بچیوں کی دینی تعلیم اور اخلاقی تربیت کا ادارہ)

احتراف میڈیا سروس [www.ahnafmedia.com](http://www.ahnafmedia.com)

(پرنٹ اور ایکٹریٹ ایک میڈیا میں اسلام کلچر کے فروع کیلئے)

احتراف ٹرست (مندرجہ بالا تمام شعبہ جات میں مالی معاونت کیلئے)

— ان تمام شعبہ جات میں مرکز کے ساتھ زکوہ، عشر، صدقات کی مد میں تعاون فرمائیں —

بناء محمد الیاس

اکاؤنٹ نمبر  
14010100725862

میزان بینک سرگودھا

**خط و کتابت** مرکز اہل السنّت والجماعت، 87 جنوبی لاہور روڈ سرگودھا